بقیع
OCTOBER 2021
Regd. # MC-1177

شوہر پر بیوی کے واجب حقوق کے متعلّق تفصیلی فتویٰ

البیانُ لِحُقُوقِ المُتَزَوَّجَة وَوُجُبَةِ عَلَی المُتَزَوِّج

۱۴۴۳ھ

بنام

بیوی کے حقوقِ واجبہ

مصنّف
مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ

مصدّق
شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ
[رئیس دار الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور]

جمعیّت اِشاعت اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

شوہر پر بیوی کے واجب حقوق کے متعلّق تفصیلی فتوی

اَلبَیَانُ لِحُقُوْقِ الْمُتَزَوَّجَة وَجُبَةً عَلَی الْمُتَزَوِّج

۱۴۴۳ھ

بنام

بیوی کے حقوقِ واجبہ

مصنّف

مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظه الله تعالی

مُصدّق

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظه الله تعالی

[رئیس دارالحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النُّور]

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

نام رسالہ	:	البَیَانُ لِحُقُوْقِ الْمُتَزَوَّجة وَجُبَةً عَلَی المتَزَوِّج(١٤٤٣ھ) بنام بیوی کے حقوقِ واجبہ
مُصنّف	:	مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ
مُصدّق	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ (رئیس دارالحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النُّور)
تعداد	:	۴۲۰۰
اشاعت نمبر	:	۳۲۷
تاریخ اشاعت	:	محرم الحرام ۱۴۴۳ھ / ستمبر ۲۰۲۱ء
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون:021-32439799
خوشخبری	:	یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے

اجمالی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
ا	واجب نمبر 1: مہر ادا کرنا	۲۸
۲	واجب نمبر 2: ہمبستری کرنا	۴۳
۳	واجب نمبر 3: اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنا	۵۰
۴	ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں عدل وانصاف سے کام لینا	۶۵
۵	واجب نمبر 4: نفقہ (بیوی پر خرچ کرنا)	۷۴
۶	بعدِ طلاق گھر میں عدّت گزارنے دینا اور ایّامِ عدّت کا خرچہ دینا	۱۰۴
۷	رزقِ حلال مہیّا کرنا	۱۱۰
۸	واجب نمبر 5: امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۱۱۲
۹	عقائدِ اہلِ سنّت کی تلقین کرنا	۱۱۹

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ	۸
۲	انتساب	۱۱
۳	تقدیم	۱۲
	ہمارا دارالافتاء	۲۵
۴	استفتاء: شوہر پر بیوی کے کون کونسے حقوقِ واجبہ ہیں؟	۲۷
۵	اجمالی جواب	۲۷
۶	تفصیلی جواب	۲۸
۷	بیوی کے حقوقِ واجبہ	۲۸
۸	**واجب نمبر 1: مہر ادا کرنا**	**۲۸**
۹	مہر کے چند ضروری مسائل	۲۸
۱۰	ثبوتِ مہر میں حدیثِ پاک	۲۹
۱۱	مہر کی کم از کم مقدار کا ثبوت	۳۰
۱۲	چند ازواجِ مطہّرات کا مہرِ کریم	۳۱
۱۳	مہرِ فاطمی کے بارے میں امام اہلِ سنّت علیہ الرحمہ کی عمدہ تحقیق کی تلخیص	۳۳
۱۴	کیا مہر کی زیادہ مقدار مقرر کی جاسکتی ہے؟	۳۵
۱۵	کیفیتِ مہر	۳۶
۱۶	نکاح میں مہر کا ذکر نہ کرنے کا حکم	۳۷

۱۷	شوہر کو اپنا مہر تحفۃً دے دینا	۳۸
۱۸	کس صورت میں مہر لازم نہیں اور جوڑا کس وقت لازم ہے؟	۳۹
۱۹	نصف مہر کب لازم ہے؟	۴۱
۲۰	**واجب نمبر 2: ہمبستری کرنا**	**۴۳**
۲۱	ہمبستری کی واجب مقدار	۴۵
۲۲	بیوی سے لواطت وبدفعلی حرام	۴۷
۲۳	**واجب نمبر 3 : اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنا**	**۵۰**
۲۴	اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے کی قولی تفسیر	۵۱
۲۵	کامل ترین مومن	۵۱
۲۶	کریم شوہر یا کمینہ شوہر؟	۵۴
۲۷	میری اچھی نصیحت پر عمل کرو	۵۵
۲۸	حضرت ایوب علیہ الصّلاۃ والسّلام کا صبر اور اس پر ملنے والا اجر	۵۷
۲۹	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا صبر اور اس پر ملنے والا اجر	۵۹
۳۰	درسِ ہدایت	۶۰
۳۱	اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے کی عملی تفسیر	۶۱
۳۲	ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں عدل وانصاف سے کام لینا	۶۵
۳۳	بیویوں میں کن اُمور میں برابری لازم اور کن میں غیر لازم	۶۸
۳۴	دو بیویوں میں کس صورت میں برابری لازم نہیں ہے؟	۶۹
۳۵	کون سی چیزوں میں برابری لازم ہے خواہ بیویاں امیر ہوں یا غریب	۷۰
۳۶	طلاق دینا کب فرض وواجب ہے؟	۷۳

۳۷	**واجب نمبر 4: نفقہ (بیوی پر خرچ کرنا)**	۷۴
۳۸	نفقہ واجب ہونے اور واجب نہ ہونے کی صورتیں	۸۱
۳۹	خرچے میں تین چیزیں	۸۷
۴۰	دربارۂ نفقہ میں مالدار اور تنگ دست ہونے سے کیا مراد ہے، اس بارے میں تحقیق	۸۸
۴۱	شوہر پر کھانے پینے کے آلات اور اثاثُ البیت میں سے کون کون سے واجب ہیں اور کون کون سے واجب نہیں	۹۲
۴۲	ہر بیوی کا معرکۃ الآراء مسئلہ	۹۶
۴۴	خرچہ میں شوہر کی ذمہ داری	۹۹
۴۵	عورت جو رقم اپنے خرچے سے بچائے، اس کا مالک کون؟	۹۹
۴۶	کس صورت میں بیوی بلا اجازتِ شوہر اُس کی جیب سے پیسے نکال سکتی ہے؟	۹۹
۴۷	عورت کے رہنے کے لیے رہائش کا انتظام وانصرام	۱۰۰
۴۸	پہلے شوہر سے عورت جو اولاد لائے، کیا اس کی رہائش شوہر پر لازم ہے؟	۱۰۰
۴۹	رہائش کی کیفیت	۱۰۱
۵۰	بعدِ طلاق گھر میں عدّت گزارنے دینا اور ایّامِ عدّت کا خرچہ دینا	۱۰۴
۵۱	معتدّہ (عدّت گزارنے والی) کو گھر سے نکالنے کی اجازت	۱۰۵
۵۲	معتدّہ کو نکلنے کی اجازت	۱۰۶
۵۳	نئے مکان کے تعیّن کا اختیار	۱۰۷
۵۴	نیا مکان قریب ہو یا دُور	۱۰۷

۵۵	معتدّہ کس صورت میں نفقہ کی مستحق ہے اور کب نہیں؟	۱۰۸
۵۶	رزقِ حلال مہیّا کرنا	۱۱۰
۵۷	**واجب نمبر5: امر بالمعروف و نہی عن المنکر**	**۱۱۲**
۵۸	ہر مسلمان پر اپنے اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم و تربیت لازم ہے	۱۱۲
۵۹	بیوی کو نماز کی تلقین کرنا نیز یہ سنّتِ انبیا علیہم الصّلاۃ والسّلام ہے	۱۱۴
۶۰	بیوی کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے روکنا	۱۱۶
۶۱	عقائدِ اہلِ سنّت کی تلقین کرنا	۱۱۹
۶۲	درستیٔ عقیدہ ذریعۂ نجات ہے	۱۲۰
۶۳	ماخذ و مراجع	۱۲۳

پیش لفظ

جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ایسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں جنہیں ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے۔ مرد کو عورت کے ساتھ بد سلوکی اور عورت کو مرد کے ساتھ بد تہذیبی ہر گز روا نہیں اور ایک دوسرے کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا نگہبان بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾[1]

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (کنزالایمان)

یعنی مرد کا عورت پر زیادہ حق ہے اور اِسے عورت پر فضیلت ہے اور مرد کی عورت پر فضیلت عقل اور دین اور ان اُمور کی وجہ سے ہے جو ان سے متفرّع ہوسکتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک بھی نہیں اور وہ فضیلت جو اس مقام کے مناسب ہے اس کی دو وُجوہ ہیں نمبر (۱) مرد مستحق ہے اس بات کا کہ وہ عورت سے افضل ہے اور اس سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے جو عورت کا اس پر حق ہے وہ یہ کہ مرد اس کے نفس پر حق رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ عورت نفلی روزے نہیں رکھ سکتی۔ جب تک کہ شوہر کی اجازت نہ ہو اور نہ ہی شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نکل سکتی ہے اور شوہر بیوی کی طلاق پر قدرت رکھتا ہے اور جب رجعی طلاق دے دے تو اس کے رُجوع پر بھی قادر ہے عورت چاہے نہ چاہے، عورت ان جملہ اُمور میں کسی ایک امر کی بھی مالک نہیں اس کا حق شوہر پر اتنا ہے کہ وہ اس سے حق مہر وصول کرے اور نان ونفقہ اور مسکن حاصل کرے اور شوہر اس کے ضرر کے درپے بھی نہ ہو۔

نمبر (۲) یہ وہ حق ہے جیسے مرد کو نکاح کے سبب عورت سے سکون حاصل ہوتا ہے اسی طرح عورت کو بھی اُس سے سکون نصیب ہوتا ہے عورت کیلئے نفقہ مرد پر ضروری ہے اور اسکے جملہ اُمور کا انتظام بھی، یہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ مرد نے اپنی عورت کے

---

(۱)۔۔۔:[سورۃ النساء: ٤/ ٣٤]

حقوق اپنے ذمہ لگائے ہیں اور یہ رحمت اور احسان کا موجب ہے جیسے حق مہر کی ادائیگی اور نفقہ اور گھر اور عورت سے حتی الوسع تکالیف دور رکھنا اور اس کی ضروریات پوری کرنا اور جمیع آفات سے حفاظت کرنا۔

جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ۔ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اسی طرح عورت کی ناراضگی گھر کے عدم استحکام اور وہاں کے رہنے والوں میں بے چینی اور بے سکونی اور اضطراب کا سبب بنتی ہے اس لئے مرد کو چاہیے کہ عورت کی صورت و سیرت پر طعنہ زنی سے باز رہے اور عورت کے میکہ والوں کے کسی فعل کی وجہ سے اپنی بیوی پر عرصہ ٔحیات تنگ نہ کرے ،عورت کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کو عورت کے سامنے بُرا بھلا نہ کہے کیونکہ یہ باتیں بیوی کے دل میں شوہر کی محبت کی قاتل ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاکی پیدا ہوجاتی ہے اور کبھی کبھار نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ عورت کی ایک فطرت یہ ہے کہ وہ شدّتِ جذبات سے جلد مغلوب ہو جاتی ہے اور یہ جذبات شوہر کی محبت کے ہوں تو اپنا سب کچھ شوہر پر نثار کرنے میں تاخیر نہیں کرتی اور یہی جذبات اگر شوہر کی نفرت کے ہوں تو اپنی اور اپنے والدین کی عزت اور اولاد کی محبت سب کچھ بھول کر شوہر سے فرار حاصل کرنے کی سعی کرتی ہے۔ اس لئے شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کے معاملے میں میانہ روی اختیار کرے۔

لہٰذا اگر میاں بیوی اپنے اوپر اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض کی بجاآوری کریں اور شرع مطہرہ کی طرف سے مقرر کردہ اپنے اپنے حقوق کالحاظ رکھیں اور حُدود سے تجاوز نہ کریں تو وہ پُر سکون زندگی گزار سکتے ہیں اوران کے گھرانہ ان کے بچوں کے لئے جائے سکون اور اچھی تربیت گاہ ثابت ہو سکتاہے اور وہ معاشرے کے افراد کے لئے اچھی مثال بن سکتے ہیں۔

ہمارے دارالافتاء نے اپنے قیام سے اب تک گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ کئی مسائل پر سیر حاصل مواد عوام المسلمین کو پیش کیاہے اور یہ تحریر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

عورتوں کے حقوق واجبہ کے حوالے سے جامع اور پُر مغزرسالہ ہمارے دارالافتاء کے ایک

رُکن حضرت علّامہ مفتی مہتاب احمد نعیمی حفظہ اللہ نے "البیان لحقوق المتزوجة وجبة علی المتزوج" بنام بیوی کے حقوقِ واجبہ اپنے استاد و محسن شیخ الحدیث حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کے حکم اور ان کی تحریک پر تالیف فرمایا ہے جو کہ در حقیقت دارالافتاء میں آنے والے سوالات میں سے ایک سوال کا جواب ہے اور اس پر بہترین تقدیم ہمارے استاد، جامعۃ النّور کے شیخ الحدیث، دارالافتاء النّور اور دارالتحقیق والتصنّیف کے سربراہ شیخ الحدیث حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھ کر اس میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔

لہٰذا ادارہ اپنے دارالافتاء کی اس کاوش کو اپنے سلسلہ اشاعت نمبر ۲۷۳ پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طفیل مجیب موصوف اور جملہ معاونین واشاعت کاران کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کی دینی و علمی خدمات میں روزافزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

فقط

حافظ محمد رضوان

جنرل سیکریٹری

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت

انتساب!

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے والدِ ماجد مرحوم نور محمد اور والدۂ ماجدہ مرحومہ عزیز بیگم نوّر اللہ مرقدھما کے نام، پھر اس کی نسبت اپنے عزیز ترین بہن بھائیوں اور اپنے تمام اساتذۂ کرام أطال اللہ عمرھم کی طرف کرتا ہوں۔

اور محترم المقام بقیۃ السلف جناب قبلہ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ صاحب سنّی حنفی بریلوی نعیمی قدّس اللہ سرّہ، وعمّ برّہ وثم نورہ وأعظم أجرہ وأکرم نزلہ وأنعم منزلہ و دامت برکاتھم العالیہ و أطال اللہ عمرہ کا تہِ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے نہایت قیمتی لمحات میری نذر کیے اور انتہائی دلچسپی سے بہترین تفصیلی مقدّمہ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اورآج مجھے فتوی نویسی اور تحریر کے اگر دولفظ آتے ہیں تو قبلہ مفتی صاحب کی شفقتوں کا ثمر ہے۔

طالبِ دعا

مہتاب احمد نعیمی

خادم دار الافتاء النّور

مدرّس: جامعۃ المدینہ، فیضانِ عبد اللہ شاہ غازی علیہ الرّحمہ

تقدیم

از شیخ الحدیث والتفسیر **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** دَامَتْ بَرکَاتُھم العالیۃ وأَطَالَ اللّٰہُ عُمرَہ

نَحْمَدُہ ونُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الْکَرِیم

اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے، مرد کو عورت پر حاکم مقرّر فرمایا اور حاکم کے رعایا پر اور رعایا کے حاکم پر کچھ حقوق و فرائض مقرّر فرمائے۔ اگر حاکم رعایا کے حقوق ادا نہ کرے تو ظلم کی نسبت حاکم کی طرف ہوتی ہے اور اگر رعایا حاکم کا حق تسلیم نہ کرے تو رعایا ظالم قرار پاتی ہے اور ازدواجی زندگی میں شوہر حاکم اور عورت محکوم ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (۱)

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (کنز الایمان)

اور حقوق کی ادائیگی کے لئے پہلے حقوق کو ماننا ضروری ہے۔ حاکم اگر اپنے محکوم کا حق تسلیم ہی نہ کرے یا محکوم اپنے حاکم کا کوئی حق ماننے کو تیار ہی نہ ہو تو ان سے حقوق کی ادائیگی کی اُمید عَبث ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ماننے کے بعد ان کا علم ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ علم عمل پر مُقدّم ہوتا ہے جیسے اگر کوئی مسلمان نماز کی فرضیت کو ماننے کے بعد نماز کی ادائیگی کرنا چاہے تو اُسے نماز ادا کرنے کے لئے نماز کا علم ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ماننے اور چاہنے کے باوجود نماز ادا نہیں کرسکے گا۔

اس لئے ضروری ہے کہ شوہر مانے کہ بیوی کے مجھ پر کچھ حقوق ہیں اور بیوی مانے کہ شوہر کے مجھ پر کچھ وہ حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔ پھر حقوق کی ادائیگی کا ارادہ رکھنے والے شوہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانے کہ اسلام نے میری بیوی کے مجھ پر کون

---

(۱)۔۔۔[سورۃ النساء: ٤/ ٣٤]

سے حقوق واجب کئے ہیں کہ جن کو میں ادا کروں۔ اسی طرح بیوی کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ شوہر کے اپنے اوپر واجب حقوق کو جانے تاکہ وہ انہیں ادا کر کے گنہگار ہونے سے بچ سکے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ان کا ایک طبقہ حقوق کو مانتا ہی نہیں، بعض شوہر تو بیوی کو اپنی زر خرید باندی سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھتے اور اسی طرح بعض بیویاں اپنے آپ کو مادر پدر آزاد سمجھتی ہیں، اُن کے نزدیک شوہر کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور ایک بڑا طبقہ ایسا ہے کہ جو حقوق ادا کرنا چاہتا ہے مگر انہیں علم ہی نہیں اسلام نے میاں بیوی کے ایک دوسرے کے لئے کیا حقوق و فرائض مقرر کئے ہیں۔ اس لئے اس طبقہ کے شوہروں نے اپنے لئے اور بیویوں نے اپنے لئے اپنی مرضی سے حقوق مقرّر کر رکھے ہیں، مثلاً: بعض گھرانوں میں بیویاں اپنے شوہر کی کُل آمدنی کو اپنا حق سمجھتی ہیں کہ شوہر جو بھی کمائے وہ ہمارا حق ہے، اُسے اپنی مرضی سے خرچ کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر غلطی سے شوہر نے اپنی آمدنی میں سے کچھ اپنی مرضی سے خرچ کر ڈالا تو گویا کہ اس نے اپنی بیوی کے حق پر ڈاکہ ڈال دیا، بس گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم نے ایسے شوہر بھی دیکھے جنہوں نے روزگار کے لئے دن دیکھا نہ رات، محنت کرتے رہے مگر اس محنت کا ثمرہ کُل کا کُل بیوی اپنی ملکیت سمجھتی ہے اور خود اس شوہر کو اگر ضرورت پڑے تو بیوی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اُسے اگر اپنے والدین پر خرچ کرنا ہو یا اپنے کسی بھائی یا بہن کی مدد کرنی ہو تو وہ اس میں بیوی کی اجازت کا محتاج ہوتا ہے اور ایسی عورتوں کی حالت اُن نوجوانوں کی سی ہے جو اپنے والد سے کہتے ہیں کہ آپ کی ملکیت میں ہمارا جو حق ہے وہ دے دو حالانکہ ان نادانوں کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارے بالغ ہو جانے کے بعد ہمارے باپ کی کسی چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں۔

اور کچھ عورتیں ایسی ہیں، جو اپنے ماں باپ کے گھر خود کام کیا کرتی تھیں مگر جب وہ بیوی کے رُوپ میں آئیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ روزگار اور گھر کے تمام کام کاج کرنا یا کروانا

شوہر کی ذمہ داری ہے، جب شوہر سے اس میں کوتاہی ہوگئی تو اختلاف کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

کچھ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہم اپنے شوہر سے جو بھی فرمائش کریں، وہ فوراً اُسے پورا کردے اور اسے وہ اپنا حق گردانتی ہیں۔ کبھی شوہر کسی مجبوری کے تحت ان کا مطالبہ پورا نہ کرپائے تو بیوی کی طرف سے فوراً طلاق کا مطالبہ آجاتا ہے اور کچھ بیویاں پردے کے معاملے میں کوتاہی کا شکار ہوتی ہیں اور اُن کے نزدیک انہیں اس قبیح فعل سے روکنے کا کسی کو بھی حق نہیں یہاں تک کہ شوہر کو بھی نہیں اور اگر شوہر اس معاملے میں سختی کرے تو وہ شوہر کا گھر چھوڑنے کو بھی تیار ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح کچھ شوہر سمجھتے ہیں ہمارا حق ہے کہ ہماری بیوی ہمیں کھانا پکا کر دے اور ہمیں کپڑے دھو کر دے اور یہ ہمارا حق ہے۔ اگر کبھی بیوی بیمار ہوگئی یا کسی وجہ سے کھانا تیار کرکے دینے یا کپڑے دھونے میں اس سے کوتاہی ہوگئی تو فوراً شوہر صاحب کے تیور بدل جاتے ہیں اور اس کا انجام گالم گلوچ، مار پیٹ یا طلاق کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

کچھ شوہروں کی حالت تو یہ ہے کہ وہ خود نہیں کماتے اپنی بیویوں کو کمانے پر مجبور کرتے ہیں اور اسے اپنا حق سمجھتے ہیں پھر وہ بیچاری لوگوں کے گھروں میں کام کرکے جو لاتی ہے اُس سے اپنا، اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔

اور کچھ بیویوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد سے یا اپنے بھائی سے ہمیں پیسے لا کر دے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں انہیں چھوڑ دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں یا ان پر مظالم ڈھاتے ہیں اور کچھ کو تو جوئے، شراب یا بُرائی کی لت لگی ہوتی ہے، اُسے پورا کرنے کے لیے وہ بیویوں کے زیور تک بیچ ڈالتے ہیں اور زیور وغیرہ دینے سے منع کرنے پر ان پر ظلم ڈھاتے ہیں اور وہ ایسا سب کچھ اپنا حق سمجھ کر کرتے ہیں۔

اگر کوئی مرد توفیق وطاقت رکھتا ہے اور انصاف کے تقاضے پورے کر سکتا ہے تو

ایک سے زائد چار تک شادیاں کرنا اس کا شرعی حق ہے مگر عموماً ہوتا یہ ہے کہ مرد جب دوسری شادی کرتا ہے تو پہلی کو فراموش کر دیتا ہے وہ دوسری بیوی کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے ،پہلی بیوی کو اس طرح بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس شب بسری نہیں کرتا اور اُسے نان و نفقہ بھی نہیں دیتا اور خواتین کا حال بھی یہ ہے کہ شوہر کے دوسری شادی کرنے پر اکثر عورتیں شوہر کا گھر چھوڑنے یا اُس سے طلاق کا مطالبہ کرنے کو اپنا جائز حق تصوّر کرتی ہیں اور بعض شوہر دوسری شادی کرنے کے بعد پہلی کے حقوق ادا کرنا چاہتے ہیں تو کچھ عورتیں ایسے شوہروں سے ناطہ توڑ لیتی ہیں اور انہیں اپنے پاس تک نہیں آنے دیتیں اور ایسا کرنے میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتی ہیں۔ انہی عورتوں کے شوہر اگر بُرائی کے مرتکب ہیں تو انہیں برداشت کر لیتی ہیں اور ان پر اپنے گھر کے دروازے بند نہیں کرتیں لیکن اگر اس نے حرام کاری سے بچتے ہوئے حلال راستہ اپنایا دوسرا عقد کر لیا تو اُن کے نزدیک اس سے بُرا شخص اور کوئی نہیں ہوتا اور ہمارے معاشرے کے کئی افراد کو سُنا ہے کہ وہ دوسری، تیسری شادی کرنے والے کو بُرے بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ مرد کو انصاف کی شرط کے ساتھ قرآن کریم میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ‌ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ اَدۡنٰٓى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ۝۳﴾ [1]

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو ۲ دو ۲ اور تین ۳ تین ۳ اور چار ۴ چار ۴ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ

(۱)۔۔:[سورة النساء: ٤/ ٣]

قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔(کنزالایمان)

ان خواتین اور معاشرے کے ان افراد کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے کہ اپنے قول وفعل سے قرآن کریم کے صریح ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔

ہمارامعاشرہ اس معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہے۔ گھریلو جھگڑوں کی زیادتی اور طلاق کی شرح کا بڑھ جانا وغیرہما کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم میاں بیوی کے حقوق ماننے کو تیار نہیں یا مانتے تو ہیں مگر ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتے یا زوجین ایک دوسرے کے حقوق جو اس پاک دین نے انہیں دیئے ہیں اُن کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان کا علم ہی نہیں رکھتے اور ہم خود ساختہ حقوق و فرائض پر عمل پیرا ہیں کہ جن سے اسلام کا دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

شوہر اگر اپنے حقوق و فرائض کو پہچانتا ہو، بیوی کے حقوق جانتا ہو تو کبھی بھی سالن میں نمک زیادہ ہو جانے پر ڈنڈا نہ اُٹھائے، روٹی میں دیر ہونے پر ناراضگی اور وقت پر استری شُدہ کپڑے نہ ملنے پر برہمی کا اظہار نہ کرے، بیوی کو باندیوں کے درجے میں نہ رکھے یا پھر اپنے آپ کو بیوی کا محکوم تصوّر نہ کرے اور اپنے آپ کو بیوی کے غلاموں کی فہرست میں شمار نہ کرے، اُسے سیاہ وسفید کی مالکہ نہ بنائے۔

اسی طرح بیوی اگر اپنے حقوق و فرائض کو جانتی ہو، شوہر کے مقام پہچانتی ہو تو کبھی شوہر پر بے جا بوجھ نہ ڈالے، اُسے ناجائز کاروبار کرنے پر مجبور نہ کرے، اس سے نہ جھگڑے، نہ اُسے چھوڑ کر میکے جا کر بیٹھے، نہ اُس سے طلاق کا مطالبہ کرے یا اپنے آپ کو مطلق العنان بادشاہ کے درجے میں نہ سمجھے، شوہر کو محکوم بنانے کی ناکام سعی نہ کرے کہ جس نے اولاد کو ماں باپ سے اُس وقت دور کیا جب انہیں اولاد کی خدمت کی ضرورت تھی اور وہ اپنی اولاد کی راہ تکتے، سکتے، ایڑیاں رگڑتے دنیا سے رُخصت ہو گئے حالانکہ زبانِ رسالت ﷺ سے والد کی رضا خدا کی رضا قرار دیا گیا اور فرمایا "ماں کے قدموں تلے جنت ہے"، بھائی کو بھائی کا، بھائی

کو بہن کا دشمن بنادیا یا صدائے احتجاج بلند کئے بغیر شوہر کے ظلم اور اس کی بربریت کا شکار نہ ہو یا شوہر کے دوسرے یا تیسرے عقد کرنے پر اس کا گھر نہ چھوڑے یا طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اس پر اپنے گھر کے دروازے بند نہ کرے یا شوہر کو اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرے، ایک شوہر کی دو بیویاں اس کی اولادوں کے مابین نفرت وعداوت کا بیج نہ بوئیں، شوہروں کو قطع رحمی پر مجبور نہ کریں اور اولادوں کی غیر محسوس انداز میں اپنے قریبی رشتوں سے دُور کرنے کی ناپاک سعی کرکے ان میں قطع رحمی کی عادت کو پروان نہ چڑھائیں حالانکہ قرآن میں قطع رحمی کو بنی اسرائیل کی بُرائیوں میں شمار کیا گیا اور احادیثِ نبویہ علیہ التحیۃ الثناء میں صلہ رحمی کی ترغیب اور قطع رحمی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور فقہاء کرام نے صلہ رحمی کو صراحۃً واجب اور قطع رحمی کو حرام لکھا ہے۔

اس سب کی بڑی وجہ ایک ہی ہے کہ ہمارے معاشرے کے شوہروں اور بیویوں نے اپنے حقوق کو نہ پہچانا اور اپنے فرائض کو نہ جانا یا اسلام کے مقرر کردہ حقوق و فرائض کے بجائے خود ساختہ، اپنے بنائے ہوئے حقوق و فرائض کو کافی جانا یا حقوق و فرائض جانتے ہوئے بھی ان پر عمل پیرا نہ ہوئے، انہوں نے دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے۔ اس طرح ہمارا معاشرہ عدم توازن اور شدید بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

اگر زوجین میں سے ہر ایک اپنے فرائض کو جان کر اُن کی ادائیگی پر عمل پیرا ہو جائے تو نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کسی پر ظلم و زیادتی ہو اور اپنے حقوق کو پہچان کر ان پر شاکر و صابر رہے تو گھروں میں پائی جانے والی اکثر لڑائیوں کا سدّباب ہو جائے۔ گھروں کا ماحول پُرسکون اور گھر امن و محبّت کا گہوارا بن جائیں۔ بچے نفسیاتی امراض کا شکار نہ ہوں، ایک زرّ کثیر کیسسز (Cases) کے سلسلے میں نام نہاد وکیلوں کی نذر نہ ہو، نہ معاشرے کے افراد کا وقت ضائع ہو اور نہ عدالتوں کا، قتل و غارت، لوٹ گھسوٹ، چور بازاری اور رشوت جیسے

مذموم افعال میں خاطر خواہ کمی واقع ہو جائے، لوگ قطع رحمی کو چھوڑ کر صلہ رحمی کی راہ پر گامزن ہوں، مرد فرائض وواجبات کی ادائیگی کے ساتھ پورے انہماک کے ساتھ رزقِ حلال کی پابندی کے ساتھ اپنے گھروں پر بھرپور توجہ دیں، مرد کے گھر آنے پر بیوی خوش ہو، بچے مسرور ہوں، مردوں کو گھر میں سکون میسر آئے اور گھر اُن کے لئے جنت بن جائیں اور وہ سکون میں ڈرگس (Drugs) یا دیگر حرام اشیا کا سہارا نہ لیں۔ اگر یہی سکون انہیں گھر میں میسر آجائے تو اُن میں سے کوئی بھی اس کی تلاش میں دربدر نہ پھرے اور اس کی جستجو میں حرام کاری کو ذریعہ نہ بنائے اور معاشرے میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہو، خاندانوں میں آپس کی نفرتیں، عداوتیں اپنی موت مر جائیں۔

اسلام نے شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر حقوق کو بہت ہی مختصر رکھا ہے تاکہ یہ دونوں انہیں بآسانی ادا کر کے عند اللہ سُرخرو ہو سکیں اور کل قیامت کے روز ایک دوسرے کے حقوق میں گرفتار نہ ہوں۔

بیوی جب اپنے حقوق کو جانتی ہو گی پہلے تو وہ اپنے حقوق سے زائد کا مطالبہ اپنے شوہر سے نہ کرے گی، اگر کر لے تو پورا نہ ہونے پر برہم نہ ہو گی; کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جس کا مطالبہ میں نے اپنے شوہر سے کیا ہے وہ میرا حق نہیں ہے؛ اس لئے وہ پورا نہ ہونے پر ناراض ہونے کی جسارت نہیں کرے گی اور اگر پورا ہو جائے تو شوہر کی احسان مند رہے گی اور اِس سے اُس کی اپنے شوہر کے ساتھ محبّت بھی بڑھے گی۔

اسی طرح شوہر اگر اپنے حقوق کو جانتا ہو گا تو اپنے حقوق سے زائد کا بیوی سے مطالبہ نہیں کرے گا اور اگر کر لے تو کبھی پورا ہونے پر آپے سے باہر نہ ہو گا اور نہ ہی خفگی کا اظہار کرے گا اور پورا ہونے پر بیوی کا شکر گزار رہے گا اور بیوی کے ساتھ اس کی محبت میں اضافہ ہو گا۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق مختصر رکھے گئے ہیں جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ شوہر بیوی کے لئے اور بیوی شوہر کے لئے حقوق و فرائض سے بڑھ کر بہت کچھ کرتے ہیں اور حقوق و فرائض سے بڑھ کر جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب احسان کے زُمرے میں آتا ہے اور احسان یکطرفہ نہیں ہوتا اور ایک طرف سے ہونے والا احسان لمبے عرصے تک نہیں چلتا۔ میاں بیوی احسان کی گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں سلامت ہوں گے تو گاڑی منزل کی طرف رواں دواں رہے گا اور اگر ایک پہیہ جام ہو جائے چلنے سے انکار کر دے تو احسان کی گاڑی وہیں گھوم تو سکتی ہے، آگے نہیں چل سکتی۔

اور قرآن کریم نے ہمیں احسان کے بدلے احسان کرنے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ فرمایا:﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ۝۶۰﴾[1]

ترجمہ: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔ (کنزالایمان)

اور احسان میں جبر و ناراضگی نہیں ہوتی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی پر جبر کیا جائے کہ وہ مجھ پر احسان کرے اور احسان نہ کرنے کی صورت میں ناراضگی بھی پائی جائے اور احسان کرنے والا احسان کر کے اُسے جتلاتا نہیں ہے اور جس پر احسان کیا جائے وہ اپنے محُسن کا شکر گزار رہتا ہے۔

اور پھر گھریلو ناچاقیوں کی ایک وجہ ہم میں خلوص کا نہ پایا جانا بھی ہے۔ ہماری عادت بنتی جا رہی ہے کہ ہم جو بھی کرتے ہیں وہ صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کو مدّ نظر رکھ کر کرتے ہیں یہاں تک کہ معاشرے کی ایک بڑی تعداد بے مقصد کسی کو سلام بھی نہیں کرتی۔ ہم اگر اولاد کی پرورش کرتے ہیں تو اس میں بھی ہمارا ایک مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ یہ ہمارے

---

(۱)۔۔۔:[سورۃ الرّحمٰن: ۵۵/ ۶۰]

بڑھاپے کی لاٹھی ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ کتنے بچے بڑے ہو کر بڑھاپے کی لاٹھی بنتے ہیں۔ ہم نے اپنی توقعات مخلوق سے وابستہ کر رکھی ہیں؛ اس لئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اگر ہم تمام اُمیدوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی سمجھیں تو کبھی ذلّت ورسوائی ہمارا مقدر نہ ہو، یہی اگر اولاد کو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پالیں، اُن کی تعلیم وتربیت میں یہی مقصد کارفرما ہو تو جس کے لئے ہم نے کیا یا کر رہے ہیں، وہ "إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ ہمیں کسی کا محتاج ہی نہ کرے حتی کہ اپنی اولاد کا بھی یا اولاد کو ہی فرمانبردار بنادے یا ہزاروں خادم اور پیدا کرے کہ ہمیں اُن کی احتیاج ہی نہ ہو۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اولاد کے نافرمان ہونے یا ان کے اپنے والدین کی خدمت نہ کرنے کی صورت میں ہمیں دُکھ بالکل نہ ہو گا؛ کیونکہ ہم نے اُن کے لئے تو کچھ کیا ہی نہیں ان کی پرورش، ان کی تعلیم وتربیت، ان پر خرچ صرف اللہ ربّ العزّت کی رضا کے لئے کیا تھا جیسے کسی فقیر کو ہم کچھ دیں اور وہ ہمارے کسی کام نہ آئے تو ہمیں اس پر دُکھ نہیں ہو گا؛ کیونکہ اُسے ہم نے جو دیا تھا اُس کی جو مدد کی تھی وہ اس کے لئے تھوڑی کی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے کی تھی۔

آپ کہیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنی بیوی یا اپنی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے میں عرض کروں گا ہاں یہ بالکل ہو سکتا ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: بندہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے وہ بھی صدقہ ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ (۱) وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْجَرُ فِي رفعِ اللُّقْمَةِ إِلَى فِي امْرَأَتِه۔ (۲)

(۱)۔۔:صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب: ما جاء إن الأعمال بالنية۔۔إلخ، ۱/ ۲۰، رقم الحديث: ۵۵

(۲)۔۔:(قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون: ذكر

یعنی، خاوند جو اپنے اہلِ خانہ پر خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور خاوند بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے، اس پر بھی اسے ضرور اجر وثواب عطا ہو گا۔

وہ صدقہ کس طرح ہو گیا حالانکہ اس کا تو نان ونفقہ شوہر کے ذمے واجب تھا ہاں بالکل صدقہ ہو گیا کیونکہ فرمانِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے کسی کو دَم مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ صدقہ کیسے ہوا وہ اس طرح کہ بندہ جب اپنی بیوی کو نان ونفقہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیتا ہے تو اس کی اس نیّت کی وجہ سے وہ صدقہ ہو جاتا ہے، جس پر اُسے صدقے کا ثواب ملتا ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ [1] یعنی، عملوں کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔

ہم بات کر رہے تھے للّٰہیت کی اگر زوجَین کے ایک دوسرے کے کام کرنے، ایک دوسرے کی مدد کرنے، ایک دوسرے کی خدمت کرنے، خرچ کرنے الغرض جملہ اُمور میں للّٰہیت آجائے تو سارے فساد خود بخود دَم توڑ جائیں اور اسی کا فقدان بہت سی پریشانیوں کا سبب ہے۔

زوجَین جب اپنے حقوق اور فرائض کو جان لیں تو گھریلو اُمور میں اگر کسی طرف سے کسی کام میں کوتاہی، کمی پائی بھی گئی تو دوسرا دیکھے گا یہ میرا حق تھا یا سامنے والے کی طرف سے احسان تھا، اگر حق تھا تو ممکن ہے وہ درگزر کر لے یا پھر مطالبہ بھی کر دے اور اگر حق نہ تھا تو کبھی بھی پورا نہ ہونے کی صورت میں ناراضی کا اظہار نہ کرے گا اس طرح ہمارے معاشرے کا ہر گھر امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے گا، نہ گھر میدانِ جنگ کا سماں پیش کریں گے، نہ بچے ڈرے سہمے رہیں گے، نہ خاندان برباد ہوں گے، نہ طلاق کی نوبت آئے گی،

التزويج، ٢/ ٤١١)

(١)۔۔:(صحيح البخاري، باب بدء الوحي، ١/ ٦، رقم الحديث: ١)

نہ بچوں کوماں باپ کے زندہ ہوتے ہوئے یتیمی کا احساس ہو گا۔

شوہر اپنی بیوی کی ملکیت میں کوئی لالچ نہ رکھے نہ اس سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنے کا سوچے؛ کیونکہ جو چیز بیوی کی مِلک ہے وہ اُسی کی مِلک ہے شوہر یا کسی دوسرے کو اُس میں دست درازی کو قطعاً کوئی حق نہیں وہ اس کے ساتھ جو چاہے کرے، اُسے صدقہ کرے، بیچ دے، کسی کو اس میں سے دے دے اُس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں اس کے جہیز کے زیورات، سامان، والدین یا دوسروں کی طرف سے جو کچھ ملا اور نکاح کے بعد شوہر کی طرف سے ملے ہوئے تحفے، وراثت میں ملے ہوئے مکان یا زمین سب شامل ہیں۔

اسی طرح بیوی کا شوہر کی ملکیت میں شرعاً کوئی حق نہیں، اس کا حق مہر ہے، جو اُسے مل گیا، اُس کا حق نان نفقہ ہے جو اُسے مل رہا ہے، اُس کا حق گرمی و سردی کا لباس ہے، جو شوہر اُسے دے رہا ہے، اُس کا حق رہائش ہے، وہ شوہر نے دے رکھی ہے؛ کیونکہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ﴾ (۱)

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو اپنی طاقت بھر اور اُنھیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔ (کنزالایمان)

پھر وہ شوہر کے کاروبار میں اس کے معاشی معاملات میں مداخلت کیوں کرے اس کا تو اولاد کو بھی حق نہیں چہ جائیکہ بیوی کو حق ہو۔ اختلاف کب ہوتا ہے جب ایک فریق اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے دوسرے کے اُمور میں بے جا مداخلت کرتا ہے جب بیوی ایسا نہیں کرے گی تو آپس کے اختلاف کی یہ وجہ بھی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ہاں! اگر بیوی یہ کہے کہ مجھے الگ گھر چاہیے تو اس کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے؛ کیونکہ یہ اس کا شرعی حق ہے مگر خواتین

(۱)۔۔۔: الطلاق: ٦٥/ ٦

اس معاملے میں بڑی غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہیں انہوں نے یہ تو سُن رکھا ہے کہ الگ گھر عورت کا حق ہے مگر یہ معلوم نہیں شرع مطہرہ میں اس سے مراد کیا ہے۔ شرع میں اس کے لئے لفظ "بیت" مذکور ہے اور "بیت" کہتے ہیں: 'اَلَّذِی یُبَاتُ فِیہ' ، جس میں رات گزاری جاسکے، اس کی دیواریں ہوں، اس پر چھت ہو، اس کا دروازہ ہو کہ جسے بند کرکے اس میں موجود سامان کی حفاظت کی جاسکے۔ شریعتِ مطہرہ میں یہ نہیں ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو ایک کوٹھی یا محل دے۔ بہر حال زوجین کو چاہیے کہ اپنے حقوق سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں، اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں تو کبھی اختلاف نہ ہو گا۔

کبھی اولاد بھی زوجین میں اختلاف کا سبب بنتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کی تعلیم وتربیت ، کبھی ان کے شادی بیاہ کے معاملات تو اولاد کے بارے میں کُلی طور پر حق شوہر کو ہے، ان معاملات میں اُسے چاہیے کہ بیوی کا مشورہ سُنے اور اگر قابلِ عمل ہو تو اس پر عمل کرے تا کہ ایسے معاملات باہمی مشورے سے انجام پا سکیں۔

اس لئے ضروری تھا عوام المسلمین کے لئے ایسی تحریر سامنے لائی جائے، جس میں قرآن وسنّت اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں بیوی کے حقوق اور اس کے فرائض کا بیان ہو۔ اسی طرح شوہر کے حقوق اور اس کے فرائض کا بیان ہو اور بعض عوام المسلمین بھی گاہے بگاہے ایسے سوالات کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل **محترم جناب سیّد محمد قاسم** نے جو کہ آسٹریلیا میں مقیم ہیں، مجھ سے یہی سوال کیا اور مجھ سے اس پر ایک جامع جواب کا مطالبہ کیا۔ میں نے یہ کام جناب **مفتی مہتاب احمد نعیمی زِیدَ عِلمُہ** کے سپرد کیا اور وہ بھی بہت مصروف زندگی گزارتے ہیں، تدریس، امامت وخطابت، دارالافتاء میں فتویٰ نویسی اور ساتھ گھر اور بچوں کو دیکھنا وغیرہ، سارے معاملات ہیں پھر بھی موصوف کو اپنے اوقات کار میں سے جتنا وقت ملا، اس پر کام کرتے رہے اور سوال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اب الحمدللہ انہوں نے اس کا ایک حصہ مکمل کر دیا، جس میں اُن کے حقوق وفرائض کا تذکرہ ہے کہ جن کا تعلق شوہر کے ساتھ

ہے اور موصوف نے ان حقوق کا ذکر کیا ہے، جو شوہر کے فرائض ہیں یا جن کا بجالانا شوہر کے ذمے ہے جیسے مہر، عمل زوجیت، نان ونفقہ، رہائش، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے مابین عدل وانصاف کرنا، بھلائی کے ساتھ نہ رکھ سکے تو طلاق دینا اور بعد طلاق عدت میں اُسے رہائش اور خرچہ دیناو غیرہا۔

انہوں نے اپنے جواب میں ہر ہر موضوع پر قرآن وسنّت اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے اور جو اُن کی محنت، وُسعتِ علمی، فنی مہارت اوران کے **دارالافتاء النّور** کے اہم رُکن ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث والإفتاء بجامعة النور

جمعیة اشاعة اهل السنة (باکستان)

ہمارا دارالافتاء النّور

یہ دارالافتاء ۲۰۰۰ء میں محسنِ اہلسنّت حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی مُدَّظِلُّه العَالِی کی خواہش اور سرپرستی اور شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کی سربراہی میں قائم ہوا، اس دارالافتاء نے اپنے قیام سے اب تک اہلِ اسلام کی بہت خدمت کی۔ عوام وخواص کو پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل پیش کیا اور کر رہے ہیں۔ الحمدللہ ہر ماہ سینکڑوں فتاویٰ جاری ہوتے ہیں اور اس کا دائرہ کار کراچی، سندھ یا پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیا سے جاننے والے اپنے سوالات ارسال کرتے اور اُن کا جواب پاتے ہیں۔ یہی نہیں! یہاں ایک عرصے سے اِفتا کی تربیت حاصل کرنے کی غرض سے مختلف علاقوں سے علماء کرام بھی آتے رہے اور تربیت حاصل کر کے مختلف علاقوں میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں جیسے مفتی فرحان قادری، مفتی عمران مدنی اور مفتی راجہ کاشف وغیرہم اور کچھ کو ضرورت کے تحت یہیں روکا گیا، یہ فقیر (ذاتی معاملات کی وجہ سے استاد صاحب کی اجازت سے گھر بیٹھ کر دارالافتاء میں لکھے گئے مفتیانِ کرام اور متخصصین کے فتاویٰ کی تصحیح کی خدمت انجام دیتا ہے اور بلانے پر دارالافتاء حاضر ہوتا ہوں) مفتی شہزاد، مفتی مہتاب احمد، مفتی ابوثوبان مفتی کاشف مشتاق ہیں اور کچھ وہ بھی ہیں جو ملک سے باہر ہیں وہ بھی ایک عرصے سے واٹس ایپ کے ذریعے تربیت حاصل کرتے ہیں اور اب دوسرے ممالک میں بڑی کامیابی سے عوام المسلمین کو پیش آنے والے سوالات کے تحریری جوابات لکھ رہے ہیں اور وہ اب تک اس دارالافتاء سے منسلک ہیں اور اپنے فتاویٰ تصدیق کے لئے دارالافتاء ارسال

کرتے ہیں۔

اور پچھلے کئی سالوں سے ہی حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی زید مجدہٗ کی سرپرستی میں تخصّص فی الفقہ کا اہتمام کیا گیا جو کہ ہنوز کامیابی سے جامعۃ النّور کے ماہر اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔

اس دارالافتاء نے اس سے قبل بھی عوام المسلمین کو ''طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم''، ''فتاویٰ حج و عمرہ'' وغیرہا کی صورت میں بہت ہی اہم تحریریں دی ہیں اوراب یہ تحریر بھی اسی دارالافتاء کی کاوشوں میں سے ایک اہم کاوش ہے۔ مفتی صاحب قبلہ کے یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ جن کی مثال نظر نہیں آتی کہ طلاقِ ثلاثہ کے موضوع پر اکٹھا اس قدر مواد کہیں بھی نہیں ہے۔اسی طرح حج و عمرہ کے بارے میں اتنے فتاویٰ کسی کے لکھے ہوئے بھی نظر نہیں آتے اور الحمد للہ مفتی صاحب قبلہ کے ان دونوں کاموں کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں بہت پذیرائی دی ہے اوراہلسنّت کے اکثر فتویٰ نویسی میں مشغول مفتیانِ کرام ان کو اپنے پاس رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

محمد جنید العطاری المدنی النّعیمی
خادم دارالإفتاء النّور
جمعیة إشاعة أھل السنّة (باکستان)

استفتاء: شوہر پر بیوی کے کون کونسے حقوقِ واجبہ ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلّل جواب ارشاد فرمائیں۔ بَیِّنُوا بِالبُرھان أَجَرَکُمُ الرَّحمٰن

(سائل: سیّد محمد قاسم، آسٹریلیا)

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَرْشَدَنا فِي كَلامِهِ العَظِيم: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَاءً "وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلى سيِّدِنا مُحَمّدٍ سَيِّدِ المُرْسَلِينَ وعَلى آلِه وَصَحبِه أَجْمَعِينَ وَ بَعْدُ:

اجمالی جواب: شوہر پر بیوی کے واجب حقوق درج ذیل ہیں:

۱۔ مہر ادا کرنا

۲۔ ہمبستری کرنا

۳۔ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنا

نیز ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں حُسنِ معاشرت اور عدل و انصاف سے کام لینا مطلوبِ شرع ہے۔

پھر اگر شوہر اپنی بیوی کو بھلائی کے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو اس پر فرض و واجب ہے کہ فوراً طلاق دے تاکہ بیوی بعدِ عدّت کسی اور سے نکاح کر سکے۔

۴۔ خرچ کرنا

خرچے میں تین چیزیں: "کھانا، کپڑا اور رہائش " آتی ہیں۔

نیز بعدِ طلاق گھر میں عدّت گزارنے دینا اور ایام عدّت کا خرچہ دینا بھی واجب ہے، پھر رزقِ حلال مہیّا کرنا واجب و ضروری ہے۔

۵۔ نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا

نیز عقائدِ اہلِ سنّت کی تلقین کرنا بھی فرض وواجب ہے۔

تفصیلی جواب:

بیوی کے حقوقِ واجبہ

واجب نمبر1: مہر ادا کرنا

مہر کے چند ضروری مسائل:

بیوی کے واجب حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مہر ادا کرے۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے. چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے اور چاندی کی قیمت میں اس دن کا اعتبار ہے، جس دن نکاح ہوا تھا۔ اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔ چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے، اس اعتبار سے کم سے کم مہر کی مقدار بھی کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ آج مؤرخہ ۵ جولائی، ۲۰۲۱، کم سے کم مہر کی مقدار چار ہزار پینتالیس (۴۰۴۵) روپے بنتی ہے۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔

مہر بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہیے، بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر حکمِ الٰہی بجالانے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہیے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے:﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۝﴾ (۱)

---

(۱)۔۔:[النسآء:٤/ ٢٤]

ترجمہ: تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو، ان کے بندھے ہوئے (مقرر شُدہ) مہر اُنہیں دو اور قرار داد (طے شُدہ) کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اُس میں گناہ نہیں۔ بے شک اللہ (عَزَّوَجَلَّ) علم و حکمت والا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ مہر دینا شوہر پر واجب ہے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ عورت مقرر شُدہ مہر سے کچھ کم یا بالکل معاف کر سکتی ہے یا مرد طے شُدہ مہر سے زیادہ دے سکتا ہے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ التفسیر احمد عرف ملّاجیون حنفی، متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر ادا کریں۔[۱]

اور سیّد نعیم الدّین مراد آبادی علیہ الرّحمہ، متوفی ۱۳۹۱ھ رقمطراز ہیں: نکاح میں مہر ضروری ہے۔ (اور یہ کہ) عورت مہر مقرّر شدہ سے کم کر دے یا بالکل بخش دے یا مرد مقدارِ مہر اور زیادہ کر دے۔[۲]

ثبوتِ مہر میں حدیث پاک

امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرّحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا: تم نے ان کا کتنا مہر مقرر

---

(۱)۔۔:فی هذه الآية بيان أداء المهر إليهن.(التفسيرات الأحمدية فی بيان الآيات الشرعيه، النساء، تحت الآية: صفحة: ٢٦٢)
(2)..:(خزائن العرفان،سورة النسآء ،تحت الآية : ٤ / ٢٤)

کیا؟'' انہوں نے عرض کی: '' ایک گٹھلی کے برابر سونا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ (۱)

مہر کی کم از کم مقدار کا ثبوت

مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! عورتوں کے نکاح صرف ان کے اولیاء (سرپرست) کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور دس درہم سے کم کوئی مہر نہ رکھا جائے۔ (۲)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔ (۳)

اور علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی، متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار کے سلسلے میں ہماری دلیل حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ نبی کریم ﷺ

---

(۱)۔۔قَالَ[أَنَس رَضِيَ الله عَنْهُ]: سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ: «كَمْ أَصْدَقْتَهَا؟» قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ» (صحيح البخارى ، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، ٣/ ٢٨٦، برقم: ٥١٥٩)

(٢)۔۔:عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ ۔(سنن الدارقطني، كتاب الحدود والديات وغيره، برقم: ٣٦٠١، ٤/ ٣٥٨)،(مسند أبي يعلى، باب الألف من اسمه أحمد، برقم: ٢٠٩٤، ٤/ ٧٢)

(٣)۔۔:عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: «لَا تُقْطَعُ الْيَدُ إِلَّا فِي عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَلَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔(سنن الدارقطني، كتاب الحدود والديات وغيره، برقم: ٣٤٥٢، ٤/ ٢٧٤)

نے ارشاد فرمایا: سنو! عورتوں کے نکاح صرف ان کے اولیاء(سرپرست) کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور دس درہم سے کم کوئی مہر نہ رکھا جائے۔ (۱)

اور مُحقّق علی الاطلاق علامہ کمال الدین ابن الہمام حنفی، متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہونے پر ہماری دلیل مذکورہ حدیثِ جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہے۔ (۲)

البتہ زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے۔ شوہر جس قدر چاہے زیادہ مہر مقرر کر سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا﴾ (۳)

ترجمہ: اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (کنزالایمان)

بلکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعض ازواجِ مطہّرات کے زیادہ مہرِ اقدس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

چند ازواجِ مطہّرات کا مہرِ کریم

مہرِ فاطمی یعنی حضرت سیّدۃ النساء بتول زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا مہر مبارک چار سو مثقال چاندی تھا، جو آج مؤرخہ ۵ جولائی، ۲۰۲۱، دو لاکھ اکتّیس ہزار ایک سو پچاس (۲۳۱۱۵۰) روپے بنتا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

---

(۱)ــ: حجتنا في ذلك حديث جابر رضي الله عنه ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء، ولا يزوجن إلا من الأكفاء، ولا مهر أقل من عشرة دراهم۔ (المبسوط، كتاب النكاح، باب المهر، ٥/ ٨١)

(۲)ــ: ولنا قوله – صلى الله عليه وسلم – من حديث جابر – رضي الله عنه – «ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء، ولا يزوجن إلا من الأكفاء، ولا مهر أقل من عشرة دراهم۔(فتح القدير، كتاب النكاح ، باب المهر، ٣/ ٣١٨)

(۳)ــ: [النسآء: ٤/ ٢٠]

اور حضرت اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے مہرِ کریم کے بارے میں دو روایتیں ہیں: چار ہزار درہم، جو آج مؤرخہ ۵ جولائی ،۲۰۲۱، سولہ لاکھ اٹھارہ ہزار پچاس روپے (۱۶۱۸۵۰) روپے بنتا ہے۔

یا چار ہزار دینار، جو آج مؤرخہ ۵ جولائی ،۲۰۲۱، ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ اسّی ہزار پانچ سو (۱۶۱۸۰۵۰۰) روپے بنتا ہے۔

بلکہ اکثر ازواج مطہّرات رَضِیَ اللہُ عَنْہُنَّ کا مہرِ اقدس پانچ سو درہم جو آج مؤرخہ ۵ جولائی،۲۰۲۱، دولاکھ دو ہزار دو سو چھپّن (۲۰۲۲۵۶) روپے بنتا ہے۔

چنانچہ خادمِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے کردوں، تو گواہ ہو جاؤ کہ میں نے یہ نکاح چار سو مثقال چاندی پر کر دیا ہے بشرطیکہ علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بُسر کھجوروں کا بڑا ٹوکرا طلب فرمایا اور فرمایا: اس میں سے چن چن کر کھاؤ۔ تو ہم نے کھائیں۔ اتنے میں حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آمد پر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح تجھ سے کروں چار سو مثقال چاندی پر، کیا تو راضی ہے؟ تو حضرت علی نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اس پر راضی ہوں۔[1]

---

(۱)۔۔:إن الله تعالى أمرني أن أزوج فاطمة من علي بن أبي طالب، فاشهدوا أني قد زوجته على أربعمائة مثقال فضة إن رضي بذلك علي".ثم دعا صلى الله عليه وسلم بطبق من بسر ثم قال: "انتهبوا"، فانتهبنا.ودخل علي فتبسم النبي صلى الله عليه وسلم في وجهه ثم قال: "إن الله عز وجل أمرني أن أزوجك فاطمة على أربعمائة مثقال فضة، أرضيت بذلك"؟

اور امامِ اہلسنّت علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: اکثر ازواجِ مطہرات کا مہر پانچ سو ۵۰۰ درہم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ۱۴۰ ہُوئے، اور حضرت خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کا مہر چار سو ۴۰۰ مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت اُمِّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کا مہر چار ہزار درہم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس ۱۱۲۰ یا گیارہ ہزار دو سو ۱۱۲۰۰ روپے ہُوئے۔[1]

مہرِ فاطمی کے بارے میں امام اہلِ سنّت علیہ الرحمہ کی عمدہ تحقیق کی تلخیص

مہرِ اقدس حضرت سیّدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہا الکریم وعلیہا وسلّم میں اگر چہ روایات بظاہر مختلف ہیں مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ اُن سب میں تطبیق بروجہ نفس ودقیق حاصل ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق: اس بارے میں روایات مسندہ معتد بہا تین ۳ ہیں:

اوّل: یہ کہ مہر مبارک درم ودینار نہ تھے بلکہ ایک زِرِہ کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی۔ دوم: چار سو اسی ۴۸۰ درہم تھے۔ سوم: چار سو مثقال چاندی۔ ان کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ پانسو درہم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا، ان دونوں روایتوں کو "شرح وقایہ" کے بعض حاشیوں سے رحمانیہ میں نقل کیا ہے۔ یا انیس ۱۹ مثقال ذہب، اس کو "مرقاۃ" میں ذکر کیا ہے کہ یہ اہلِ مکّہ میں مشہور ہے جس کی کوئی اصل نہیں، سب بے اصل ہیں۔

فقال: قد رضيت بذلك يا رسول الله، فقال: عليه الصلاة والسلام۔ (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، ذكر تزويج علي بفاطمة رضي الله عنهما، ٢/ ٣٥٤)

(۱)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، ۱۲/ ۱۶۷

اب بتوفیقہ تعالٰی توفیق سُنئے، پہلی دو ۲ روایتوں میں وجہِ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سواسّی (۴۸۰) کو بکی اور روایت ثالثہ سے ان کی یُوں (تطبیق) کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہرِ معجل پر محمول فرمایا جو وقتِ زِفاف اقدس ادا کیا گیا۔

پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقدِ اقدس واقع ہُوا چار سو ۴۰۰ مثقال چاندی تھی۔ ولہٰذا علماءِ سیر نے اس پر جزم فرمایا: "مرقاۃ" میں ہے: سیّد جمال الدین مُحدّث نے "روضۃ الأحباب" میں ذکر کیا کہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ اسی کو "صاحبِ مواہب" نے ذکر کیا ہے۔[1]

اور ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے اُمّ المومنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے پوچھا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مہر کتنا تھا؟ فرمایا: حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مہر ازواجِ مطہرات کے لیے ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) تھا۔[2]

اور اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ نجاشی نے ان کا نکاح نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کیا اور مہر کے چار ہزار حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی طرف سے خود ادا کیے اور شرحبیل بن حسنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ہمراہ انہیں حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی خدمت میں بھیج دیا۔[3]

---

(۱)۔۔: فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، باب المہر، ۱۳/ ۱۵۶

(۲)۔۔:عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: «كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا» (صحيح مسلم،كتاب النكاح،باب الصداق،صفحة: ٦٥٩، الحديث: ١٤٢٦)

(۳)۔۔:عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ، وَأَمْهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَجَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهِ، وَبَعَثَ بِهَا مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ (سنن النسائی،کتاب النکاح،باب القسط فی الأصدقة، ٦/ ١١٨، الحديث: ٣٣٤٨)

لیکن مہر کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ جس کو شوہر آسانی سے ادا کر سکے اور ادا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو اور اگر مہر قبول کرنے کے بعد یہ ارادہ کر لیا کہ نہیں دوں گا تو حدیث شریف میں اس پر وعیدِ شدید آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: بہترین مہر وہ ہے جو آسان ہو۔ (۱)

اور حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم) نے فرمایا: ”جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور یہ نیت ہو کہ قیمت میں سے اُسے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا، خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔ (۲)

کیا مہر کی زیادہ مقدار مقرر کی جا سکتی ہے؟

جس طرح مہر کی کم از مہر مقدار مقرر ہے، اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا اس طرح مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار شرعاً مقرر نہیں کی جا سکتی کہ اس سے زیادہ دینا ناجائز ہو۔

چنانچہ اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَّاٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰىہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡـًٔا ؕ﴾ (۳)

---

(۱)۔۔:عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ۔(المستدرک للحاکم ،کتاب النکاح، خير الصداق أيسره،۲/ ۱۹۸، الحديث:۲۷۴۲)

(۲)۔۔:سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَنَوَى أَنْ لَا يُعْطِيَهَا مِنْ صَدَاقِهَا شَيْئًا، مَاتَ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ زَانٍ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ اشْتَرَى مِنْ رَجُلٍ بَيْعًا، فَنَوَى أَنْ لَا يُعْطِيَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا، مَاتَ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ خَائِنٌ، وَالْخَائِنُ فِي النَّارِ (المعجم الكبير،باب الصاد،،۸/ ۳۵، الحديث:۷۳۰۲) الحديث: ۳۳۵۰)

(۳)۔۔:[سورة النسآء:٤/ ۲۰]

ترجمہ: اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

اور مفسّرِ شہیر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں اور ابوالفتح صاحبِ "مستطرف" لکھتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ایک مرتبہ مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ لوگ اس سے زیادہ مہر مقرر نہ کریں۔ ایک عورت نے کہا: آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ﴾

ترجمہ: اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

یہ سُن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: عورت درستی کو پہنچی اور بندہ خطا کر گیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر جس قدر چاہے مہر کی زیادہ مقدار مقرر کر سکتا ہے، نیز اس سے امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حق پسندی بھی معلوم ہوتی ہے۔

کیفیتِ مہر

مہر کا مال ہونا ضروری ہے۔

---

(۱)۔۔:وبهذه الاية استدلت امراة على جواز المغالات فى المهر حين منع عنها عمر۔(التفسير المظهري ، تحت الآية :سورة النساء: ۲۰) لما ولي عمر رضي الله عنه الخلافة بلغه أن أصدقة أزواج النبي صلى الله عليه وسلم خمسمائة درهم، وأن فاطمة رضي الله عنها كان صداقها على علي بن أبي طالب كرم الله وجهه أربعمائة درهم، فأدى اجتهاد أمير المؤمنين عمر رضي الله عنه أن لا يزيد أحد على صداق البضعة النبوية فاطمة رضي الله عنها، فصعد المنبر وحمد الله تعالى وأثنى عليه وقال: أيها الناس لا تزيدوا في مهور النساء على أربعمائة درهم، فمن زاد ألقيت زيادته في بيت مال المسلمين، فهاب الناس أن يكلّموه، فقامت امرأة في يدها طول، فقالت له: كيف يحل لك هذا، والله تعالى يقول: وَآتَيْتُمْ إِحْداهُنَّ قِنْطاراً فَلا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئاً فقال عمر رضي الله عنه: امرأة أصابت ورجل أخطأ.(المستطرف في كل فن مستظرف، ذكر فصحاء النساء و حكايتهن، ۱/ ٦٦)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ﴾(۱)

ترجمہ: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو۔

لہٰذا جو چیز مال نہیں وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھادے گا تو اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔(۲)

نکاح میں مہر کاذکر نہ کرنے کا حکم

نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہو گئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا اور نکاح کے بعد میاں بیوی میں کوئی مہر طے نہیں پایا تھا تو مہرِ مثل واجب ہے ورنہ جو طے پایا تھا وہ واجب ہے۔

چنانچہ رئیس الفقہا حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں بندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: عورت کو مہرِ مثل ملے گا، نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدّت ہے اور اُسے میراث ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسا ہی حکم فرمایا تھا۔ یہ سن کر ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ خوش ہوئے۔(۳)

---

(۱)۔۔: [النسآء: ٤/ ٢٤]

(۲)۔۔: ولنا قوله تعالیٰ: [وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ] شرط أن يكون المهر مالا فما لا يكون مهراً لا يكون مهراً فلاتصح تسميته مهراً ... وإذا تروج على تعليم القرآن أو الحلال و الحرام من الأحكام لا تصح التسمية عندنا .... وإذا فسدت التسمية يجب مهر المثل (بدائع الصنائع، كتاب النكاح ، باب المهر، ٢/ ٥٦٤)

(۳)۔۔: عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا، لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ، وَعَلَيْهَا العِدَّةُ،

خلوتِ صحیحہ سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی تنہا ایک مکان میں جمع ہوں اور جماع کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔(۱)

اور مہرِ مثل کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کی بہن یا پھوپھی وغیرہ جو عمر، دینداری، ہنر مندی، مالداری اور حسن و جمال میں اس کی مثل ہو، اُس کا جو مہر تھا وہی اس لڑکی کا مہر ہو گا۔(۲)

اور علامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی علیہ الرّحمہ، متوفی ۱۲۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں: نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی اور بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہو گئی یا دونوں سے کوئی مر گیا تو مہرِ مثل واجب ہے بشرطیکہ بعدِ عقد آپس میں کوئی مہر طے نہ پایا گیا ہو اور اگر طے ہو چکا تو وہی طے شُدہ واجب ہے۔(۳)

شوہر کو اپنا مہر تحفۃً دے دینا

اگر عورت خوشی سے پورا یا کچھ مہر شوہر کو دیدے تو وہ حلال ہے، اسے لے سکتا ہے، البتہ مہر دینے کے بعد زبردستی یا انہیں تنگ کر کے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

وَلَهَا المِيرَاثُ، فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الأَشْجَعِيُّ، فَقَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَأَةٍ مِنَّا مِثْلَ الَّذِي قَضَيْتَ»،فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُودٍ (جامع الترمذی،أبواب النكاح،باب ماجاء فی الرجل يتزوج المرأة...إلخ، الحديث :۱۱۴۵)

(۱)۔۔:(ماخوذاز بہارِ شریعت،۲ /۶۸)

(۲)۔۔:(أیضاً،۲ /۷۱)

(۳)۔۔:يجب مهر المثل فيما إذا لم يسم مهراً أو نفى (بأن تزوّجها على أن لا مهر لها) إن وطئ الزوج أي ولو حكما نهر أي بالخلوة الصحيحة فإنها كالوطء في تأكد المهر أو مات عنها إذا لم يتراضيا أي بعد العقد على شيء يصلح مهراً وإلا بأن تراضيا على شيء فذلك الشيء هو الواجب(رد المحتار مع الدر المختار،كتاب النكاح،باب المهر، ۳/ ۱۰۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ④﴾ (۱)

ترجمہ: عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے اس میں سے کچھ تمہیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا (پاکیزہ، خوشگوار سمجھ کر)۔(کنزالایمان)

مذکورہ آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسّرِ شہیر علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم، متوفی: ۷۴۱ھ اور شیخ التفسیر احمد عرف ملّاجیون حنفی، متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں نہ کہ ان کے سرپرستوں کو (لہٰذا اگر سرپرستوں نے مہر وصول کرلیا ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت تک پہنچادیں) پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے اپنے مہر میں سے انہیں کچھ تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں اور یہ کہ اس میں ان کا کوئی دُنیوی یا اُخروی نقصان نہیں ہے۔(۲)

کس صورت میں مہر لازم نہیں اور جوڑا کس وقت لازم ہے؟

---

(۱)۔۔: [النسآء:٤/ ٤]

(۲)۔وقيل الخطاب للأزواج وهذا أصح وهو قول الأكثرين لأن الخطاب فيما قبل مع الناكحين وهم الأزواج أمرهم الله تعالى بإتيان نسائهم الصداق والصداق المهور.... وقوله تعالى: فَإِنْ طِبْنَ يعني النساء المتزوجات لَكُمْ يعني للأزواج عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ يعني من الصداق.... فَكُلُوهُ يعني ما وهبنه لكم هَنِيئاً مَرِيئاً يعني طيباً سائغاً.... في الآية دليل على إباحة هبة المرأة صداقها وأنها تملكه...هذه الآية لبيان عطاء الرجل المهر المرأة دون أوليائها و البيان هبة المهر للرجل.(لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالخازن، النساء، تحت الآية:١،٤/ ٣٤٠)، (التفسيرات الأحمدية فى بيان الآيات الشرعية،صفحة: ٢١٨)

جس عورت کا مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو، اگر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو کوئی مہر لازم نہیں، ہاتھ لگانے سے ہم بستری کرنا مراد ہے اور خلوتِ صحیحہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔

چنانچہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾﴾ (۱)

ترجمہ: تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مالدار پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسبِ دستور برتنے کی چیز واجب ہے، بھلائی والوں پر۔ (کنزالایمان)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح درست ہے اور اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہو گئی تو تین کپڑوں یعنی کرتا، شلوار اور دوپٹے پر مشتمل ایک جوڑا یعنی (سوٹ دینا) واجب ہوتا ہے، یہاں آیت میں اسی کا بیان ہے اور اگر جوڑے کی جگہ اس کی قیمت دیدے تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ (۲)

اور مفسرِ قرآن حضرت علامہ سیّد نعیم الدّین مراد آبادی متوفی ۱۳۹۱ھ آیتِ مذکور کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ہاتھ لگانے سے مجامعت مراد ہے اور خلوتِ صحیحہ اسی

---

(۱)۔۔: [البقرة:٢/ ٢٣٦]

(۲)۔۔:في بيان حكم الآية وفيه فروع الفرع الأول: إذا تزوّج امرأة ولم يفرض لها مهراً ثم طلّقها قبل المسيس يجب لها عليه المتعة، وبه قال الشافعي وأبو حنيفة وأحمد(لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالخازن، البقرة، تحت الآية: البقرة:٢/ ٢٣٦)

کے حکم میں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ذکر مہر بھی نکاح درست ہے مگر اس صورت میں بعد نکاح مہر معین کرنا ہوگا اگر نہ کیا تو بعد دخول مہر مثل لازم ہو جائے گا۔[۱]

اور علّامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی علیہ الرّحمہ، متوفی ۱۲۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی ہو اس کو جوڑا یعنی کرتہ، پاجامہ، دوپٹا دینا واجب ہے، جس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اگر شوہر مالدار ہو اور اگر شوہر محتاج ہو تو ایسا جوڑا دینا واجب ہے، جو پانچ درہم سے کم قیمت کا نہ ہو۔ اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو انتہائی قیمتی جوڑا دینا واجب ہے اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو درمیانے درجے کا جوڑا دیناوجب ہے۔[۲]

نصف مہر کب لازم ہے؟

اگر مہر مقرر ہو اور عورت کے قریب جائے بغیر اسے طلاق دے دی تو نصف مہر (مقرر کردہ کا نصف، مثلاً: بیس ہزار مقرر تھا تو دس ہزار واجب الادا ہو گا) واجب ہو گا اگر دس درہم سے زیادہ طے پایا اور اگر دس درہم یا اس سے کم مہر مقرر ہوا تھا تو صورتِ مذکورہ میں دس درہم کا نصف دینا ہو گا۔

اور اگر عورت اس آدھے میں سے بھی کچھ معاف کر دے تو جائز ہے اور شوہر اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ دیدے تو بھی جائز ہے۔ شوہر کا اپنی خوشی سے

(۱)۔۔: (خزائن العرفان، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ::۲۳۶)

(۲)۔۔:و تجب متعة لمفوضة وهي من زوّجت بلا مهر طلّقت قبل الوطء، وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه أي نصف مهر المثل لو الزوج غنيا ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقيراً فإن كانا غنيين فلها الأعلى من الثياب، أو فقيرين فالأدنى، أو مختلفين فالوسط (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، ۳/ ۱۰۰)

آدھے سے زیادہ دینا تقویٰ و پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے باوجود کوئی زیادتی کرنے کی بجائے احسان سے پیش آرہاہے۔

چنانچہ اللہ تعالی فرماتاہے: ﴿وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ‌ؕ وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰىؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۝۲۳۷﴾ (۱)

ترجمہ: پر اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی اور ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تمہارے کام دیکھ رہاہے۔ (کنز الایمان)

اور علامہ علاء الدّین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خلوت یا ہمبستری سے پہلے طلاق دے دی تو نصف مہر (مقرر کردہ کا نصف) واجب ہو گا۔ (۲)

البتہ اگر دس درہم یا اس سے کم مہر مقرر ہوا تھا تو صورتِ مذکورہ میں دس درہم کا نصف دیناہو گا۔

(۱)۔۔:[البقرة:۲/ ۲۳۷]

(۲)۔۔:ویجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة.(الدرالمختار،کتاب النكاح،باب المهر، ٤/ ٢٢٥)

چنانچہ عبارتِ مذکورہ کے تحت علامہ شامی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: مقرر کردہ مہر کا نصف واجب ہوگا یعنی اگر دس درہم یا اس سے کم مقرر ہوتھا تو دس درہم کا نصف اور اگر دس درہم سے زیادہ طے پایا تھا تو طے شُدہ کا نصف واجب ہوگا۔[1]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگرچہ میاں بیوی میں جدائی ہو رہی ہو تب بھی آپس میں حسنِ سلوک یہ ہے کہ طلاق کے بعد آپس میں کینہ وعداوت نہ ہو، اسلامی اور قرابت کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ سبحانَ اللہ کتنی پیاری تعلیم ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس!!!

دورِ حاضر میں بعدِ طلاق حسنِ سلوک تو دور کی بات رشتۂ قرابت بھی ختم ہو جاتا ہے اور آپس میں کینہ وبغض اور نفرت وعداوت کا بازار گرم نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں حسنِ معاشرت کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

واجب نمبر:2

ہمبستری کرنا

نیز بیوی کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر اس کے ساتھ جنسی تعلق وقتاً فوقتاً قائم رکھے۔ شوہر کو چاہیے کہ اس کی جانب رغبت رکھے اور اس کا حق ادا کرے۔

چنانچہ جب حضور رحمتِ عالم ﷺ مدینہ منوّرہ جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مؤاخات قائم کی یعنی دو دو کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

(۱)۔۔:ویجب نصفه أي نصف المهر المذكور وهو العشرة إن سمّاها أو دونها أو الأكثر منها إن سمّاه(ایضاً)

(ﷺ) نے سلمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کو ابو درداء رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کا بھائی بنایا تو ایک مرتبہ سلمان، ابو درداء سے ملنے کے لئے آئے اور اُمّ درداء کو بالکل سادی حالت میں دیکھ کر اس کا سبب دریافت کیا کہ اے بہن! کیا بات ہے کہ تو اس سادہ حالت میں ہے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ تمہارے بھائی ابو درداء کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں (یعنی، میری طرف رغبت ہی نہیں تو کس کے لیے حالت سنواروں) پھر ابو درداء آگئے اور سلمان کے سامنے کھانا لگا دیا اور کہنے لگے کہ تم کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا میں ہر گز اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ شریک نہیں ہوگے راوی کہتے ہیں کہ اس پر ابو درداء نے کھانا شروع کر دیا رات ہوئی تو ابو درداء عبادت کے لئے جانے لگے لیکن سلمان نے انہیں منع کر دیا اور کہا سو جاؤ چناچہ وہ سو گئے تھوڑی دیر بعد دوبارہ جانے لگے تو اس مرتبہ بھی سلمان نے انہیں سُلا دیا پھر جب صبح قریب ہوئی تو سلمان نے انہیں کہا کہ اب اٹھو چنانچہ دونوں اُٹھے اور نماز پڑھی پھر سلمان نے فرمایا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے تمہارے ربّ کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور اسی طرح تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے لہذا ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو اس کے بعد وہ دونوں نبی (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا: سلمان نے ٹھیک کہا۔ (۱)

---

(۱)۔۔:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو العُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: آخَى رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَبَيْنَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ: مَا شَأْنُكِ مُتَبَذِّلَةً؟ قَالَتْ: إِنَّ أَخَاكَ أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، قَالَ: فَلَمَّا جَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لِيَقُومَ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ لَهُ: نَمْ، فَنَامَ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ

ہمبستری کی واجب مقدار

سراج الفقہا علامہ علائی اور عمدۃ الفقہا علامہ شامی علیہما الرّحمہ لکھتے ہیں: ایک مرتبہ ہمبستری کرنا شوہر پر قضاءً واجب ہے اور وقتاً فوقتاً اس سے جنسی تعلق استوار کرنا دیانۃً واجب ہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے، البتہ بالکل ہمبستری کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اتنی کثرت بھی جائز نہیں کہ عورت کو ضرر پہنچے۔[1]

اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی حنفی، متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں: عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا چاہیے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیویوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ اگر خدا نہ کرے شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس

الصُّبْحِ، قَالَ لَهُ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ، فَقَامَا فَصَلَّيَا، فَقَالَ: «إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ» فَأَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ: «صَدَقَ سَلْمَانُ» ،(سُنَنُ الترمذی، أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ٣/ ٣٣٨، الحديث: ٢٤١٣)

(١)ــ:ويسقط حقها بمرة ويجب ديانة أحياناً. . . . ولو تضرّرت من كثرة جماعه لم تجز الزيادة على قدر طاقتها،[و فی رد المحتار]قال في الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لا يحلّ له، صرّح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانةً، لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولى ولم يقدروا فيه مدة. ـ(رد المحتار ،كتاب النكاح،باب القسم، ٤/ ٣٧٦)

کے اس حق کو معاف کرالے۔ (۱)

اور بیوی کے اس حق کی کس قدر اہمیت ہے، اس بارے میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز و نصیحت آمیز ہے۔

علامہ جلال الدّین سیوطی شافعی رحمہ اللہ الشافی کی "تاریخ الخلفاء" میں اور علامہ ابن عابدین حفظہ اللہ المبین کے فتاوی شامی میں ہے: نقول ہے کہ امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے اچانک ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہوگئے اور غور سے سننے لگے تو ایک عورت یہ شعر بڑے ہی دردناک لہجہ میں پڑھ رہی تھی کہ

فَوَ اللهِ لَوْ لاَ اللهُ تُخْشٰی عَوَاقِبُهٗ
لَزُحْزِحَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

یعنی، خدا کی قسم اگر خدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلاشبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہو جاتے۔

امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے صبح کو تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ عورت اس کو یاد کرکے رنج و غم میں یہ شعر پڑھتی رہتی ہے۔ امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ فوراً ہی آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جدا نہ رہے۔ (۲)

---

(۱)۔۔:(جنتی زیور، بیویوں کے حقوق، صفحہ:۷۰)

(۲)۔۔:أن عمر بن الخطاب خرج ذات ليلة يطوف بالمدينة وكان يفعل ذلك كثيرًا؛ إذ مر بامرأة من نساء العرب مغلقًا عليها بابها، وهي تقول:فوالله لولا الله تخشى عواقبه ... لزحزح من هذا السرير جوانبه فكتب إلى عماله بالغزو ألا يغيب أحد أكثر من أربعة

بیوی سے لواطت وبد فعلی حرام:

البتہ شوہر کا اپنی بیوی کے پاس راستے سے بے راستہ آنا، ناجائز و حرام ہے۔ ہمارے ہاں دارالافتا میں پوچھے جانے والے مسائل میں سے اس طرح کا ایک استفتاء بھی آیا، وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ میرا شوہر میرے ساتھ بد فعلی و لواطت کرتا ہے۔ سمجھانے کے باوجود اپنی اس روش سے باز نہیں آتا، جس کی وجہ سے میں نے شوہر کا گھر چھوڑ کر والدین کے گھر سکونت اختیار کی ہوئی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس فعلِ قبیح سے طلاق ہو جاتی ہے۔ براہِ کرم شرعی حکم بیان فرما کر مشکور و ممنون ہوں۔

باسمه تعالیٰ وتقدّس الجواب: اگر واقعی شوہر ایسی خبیث و شنیع حرکت کرتا ہے تو وہ حرامکار ہے، جفاکار و بدکار، بڑا ظالم و ستم گار، اشد گنہگار، حق اللہ اور حقِ زوجہ میں گرفتار ہے؛ کیونکہ لواطت و بد فعلی حرام ہے، لہذا اس پر فی الفور توبہ کرنا فرض ہے اور اپنی بیوی سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چنانچہ اللہ جلَّ جلالُہ لواطت و بد فعلی کرنے والوں کی سزا بیان کرتے ہوئے

أشهر. ملخّصاً (تاريخ الخلفاء للسيوطي، عمر فاروق رضى الله عنه ،فصل فى نبذ من اخباره وقضاياه، ١/ ١١٢)، و فى رد المحتار: ويؤيد ذلك أن عمر – رضي الله تعالى عنه – لما سمع في الليل امرأة تقول: فوالله لولا الله تخشى عواقبه لزحزح من هذا السرير جوانبه فسأل عنها فإذا زوجها في الجهاد، فسأل بنته حفصة: كم تصبر المرأة عن الرجل: فقالت أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (رد المحتار ،كتاب النكاح،باب القسم، ٤/ ٣٧٦)

ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ﴾ [۱]

ترجمہ: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو۔ (کنز الایمان)

درج بالا آیت کی تفسیر میں مفسّرِ قرآن، شیخ المعروف ملاجیون جونپوری حنفی، متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالی کا یہ فرمان: "وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ (مرد وعورت ایسا کام کریں)"، لواطت کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ [۲]

اب آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ لواطت کرنے والوں کو ایذا دو، مثلاً: بُرا بھلا کہہ کر، شرم وحیادِلا کر زبانی وبدنی دونوں طرح ایذا دو۔

چنانچہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی، متوفی ۷۱۰ھ، ایذا دینے کا طریقہ بیان کرتے ہیں: ان (لواطت کرنے والے) مرد وعورت کو جھڑک کر، بُرا بھلا کہہ کر ایذا دو۔ [۳]

اور صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدّین مراد آبادی حنفی، متوفی ۱۳۶۷ھ، اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جِھڑکو گُھڑکو، بُرا کہو، شرم دلاؤ، جوتیاں مارو۔ [۴]

اور جو اس فعلِ قبیح کا ارتکاب کرنے کے بعد نادم و شرمندہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرلے تو اللہ عَزَّوجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، لہذا اگر شوہر اس فعلِ شنیع سے سچی پکی توبہ کرلیتا ہے اور بیوی کو بھلائی کے ساتھ رکھنے کا عہد کرتا ہے تو بیوی کو چاہیے کہ اسے معاف کردے اور دونوں احسن انداز سے شریعتِ اسلامیہ کی

---

(۱)۔۔: [سورۃ النساء: ٤/ ١٦]

(۲)۔۔: قوله تعالى وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنكُمْ فى باب اللّواطين (التفسيرات الأحمدية فى بيان الآيات الشرعية، تحت هذه الآية، صفحة: ٢٤٢.

(۳)۔۔: فَاٰذُوْهُمَا بالتوبيخ والتعبير (مدارك التنزيل وحقائق التأويل، ١/ ٣٤١)

(٤)۔۔: (خزائن العرفان، تحت هذه الآية)

صاف ستھری تعلیمات کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی گزاریں۔

چنانچہ اس مجرم کی توبہ قبول ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (۱)

ترجمہ: (لوطت کرنے والوں کو ایذادو) پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہوجائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

اور حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لواطت کرنے والے کو ملعون فرمایا، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کے پاس اس کے پچھلے مقام میں آتا ہے، وہ ملعون ہے۔ (۲)

لہذا یہ بات جاننے والوں پر لازم ہے کہ اس ظالم کو سمجھائیں اور توبہ کرائیں پھر اگر توبہ نہ کرے، طلاق نہ دے تو اس سے تعلقات ختم کریں اور اس ظالم سے بیوی کو علیحدہ کرنے کی پوری کوشش کریں حتی کہ وہ طلاق دے کر اس کو آزاد کر دے۔ البتہ اس حرکتِ خبیثہ سے نکاح میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ وہ بدستور اس ظالم کی بیوی ہے جب تک یہ خود طلاق نہ دے۔

چنانچہ مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی، متوفی ۱۴۰۲ھ، سے اسی طرح کا ایک سوال ہوا تو آپ علیہ الرّحمہ نے جواب میں لکھا: اگر واقعی شوہر ایسی خبیث حرکت کرتا ہے تو وہ حرامکار ہے، بڑا ظالم و ستم گار، اشد گنہگار، حق اللہ اور حق زوجہ میں گرفتار ہے۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اپنی بیوی سے معافی چاہے.... واقف حال مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس ظالم سے طلاق حاصل کروا کر اس

---

(۱)۔۔:[سورة النساء:٤/ ١٦]

(۲)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا(سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في جامع النكاح،الحديث: ٢١٦٢)

ظالم سے توبہ کرائیں، اگر وہ ظالم توبہ نہ کرے طلاق نہ دے تو اس سے قطع تعلق کریں، نکاح بدستور قائم ہے، نکاح میں کوئی خلل واقع نہیں ہے جب تک شوہر نہ رہے یا طلاق نہ دے دے یا معاذ اللہ مرتد نہ ہو جائے عورت نکاح سے خارج نہیں ہو سکتی اور جب تک نکاح سے باہر نہ ہو اور عدت نہ گزر جائے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ مولیٰ تعالیٰ اس ظالم جفاکار بدکار کو توبہ کی توفیق دے۔ یہ عورت جس کے ہاتھ پیر بندھے ہوں اور منہ کھلا ہو تو شور وغل کیوں نہیں کرتی۔ اگر اس عورت نے اسے یہ ناجائز فعل کرنے دیا اور جو کوشش اس سے بچاؤ کی کر سکتی تھی نہ کی تو وہ بھی گنہ گار ہوئی جو شخص لڑکی کی بات سن کر دوستی کرتا رہا وہ بھی ملزم ہوا، یہ سب بھی توبہ کریں۔ (۱)

والله تعالى أعلم بالصّواب

کتبہ مفتی مہتاب احمد نعیمی

صدّقہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

رئيس دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (پاکستان)

واجب نمبر:3

اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنا

بیوی کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق، نرمی اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (۲)

---

(۱)۔۔: (فتاویٰ مصطفویہ، کتاب الطلاق، ۴/۴۱۱)

(۲)۔۔: [سورة النساء: ٤/ ١٩]

ترجمہ: اور ان (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو۔ (کنز الایمان)

یعنی اے مومن مردو! اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔

اور رسولِ اکرم نبی مکرّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے " معاشرۃُ النِّساء بالمعروف یعنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے " کی تفسیر، قول اور فعل دونوں طرح سے کر دی ہے۔

اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے کی قولی تفسیر

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ زاہدہ عابدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا خلق اچھا ہو اور جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ (۱)

اور امام ترمذی علیہ الرّحمہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **هذا حديث حسن** یعنی یہ حدیث "حسن" ہے۔

کامل ترین مومن

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے، جس کا خلق اچھا ہو اور ان میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہے۔ (۲)

---

(۱)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ.(سُنَنُ التِرمذي، أبواب الإيمان، باب ما جاء في استكمال الإيمان وزيادته ونقصانه، برقم: ٢٦١٢، ٣/ ٤٤١)

(۲)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا، أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُهُمْ خِيَارُهُمْ لِنِسَائِهِمْ(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، برقم: ٧٤٠١، ١٢/ ٣٦٤)

اور حضرت سیّدتنا میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا فرماتی ہیں : میں نے حضرت اُمّ درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے پوچھا: کیا آپ نے سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی حدیث سنی ؟ تو فرمانے لگیں جی ہاں ! میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندۂ مومن کے میزان میں سب سے پہلے جو نیکی رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہیں۔[۱]

حضرت سیّدنا امام غزالی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں : جان لو کہ بیوی کے ساتھ حُسنِ خُلق یہی نہیں کہ اسے اذیّت وتکلیف نہ دی جائے بلکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتدا اور پیروی یہ ہے کہ جب اس کی جانب سے تکلیف پہنچے اس وقت اس کے ساتھ حُسنِ خُلق سے پیش آیا جائے اور جب وہ طیش اور غصّے میں آئے اس وقت اس کے غُصّے کو برداشت کیا جائے۔

نیز یہ کہ بیوی کے ساتھ خوش طبعی، مزاح اور ہنسی کھیل کرکے اس کی ایذا رسانی کو خوب برداشت کرے؛ کیونکہ اس طرح بیوی کا دل خوش ہو جائے گا اور حضور نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ازواجِ مطہّرات کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے۔[۲]

---

(۱)۔۔:عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: "سَأَلْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ: هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ الله – صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – شَيْئًا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ الله– صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – يَقُولُ: أَوَّلُ مَا يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ" (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، باب الترغيب في الخلق إلخ، ٥/ ١٤ ،الحديث: ٥٢٠٦)

(۲)۔۔:واعلم أنه ليس حسن الخلق معها كف الأذى عنها بل احتمال الأذى منها والحلم عند طيشها وغضبها اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم۔

أن يزيد على احتمال الأذى بالمداعبة والمزح والملاعبة فهي التي تطيّب قلوب النساء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمزح معهن (إحياء علوم الدّين، كتاب آداب النكاح،٢/ ٤٣)

اور حضرت سیّدنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: (اے میری امّت!) تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر زندگی بسر کرے اور میں تم سب سے زیادہ بہتر اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہوں۔[۱]

اور حضرت سیّدنا لقمان حکیم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا ارشاد مبارک ہے: **عقلمند کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل وعیال میں بچوں کی طرح رہے۔**[۲]

نیز حضرت سیّدنا عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو پانی پلائے تو اسے اجر وثواب ملے گا۔ یہ سن کر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور اسے پانی پلا کر سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہوا (محبّت بھرا) فرمان بتایا۔[۳]

اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ خاوند جو اپنے اہلِ خانہ پر خرچ کرتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور خاوند بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے، اس پر بھی اسے ضرور اجر وثواب عطا ہو گا۔[۴]

---

(۱)۔۔:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي(سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء، برقم: ۱۹۷۷، ۲/ ٤۸۱)

(۲)۔۔:وقد كان لقمان الحكيم يقول: العاقل في بيته ومع أهله كالصبي(قوت القلوب في معاملة المحبوب، لفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج ۲/ ٤۱۸)

(۳)۔۔:وَرُوِيَ عَن الْعِرْبَاض بن سَارِيَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول إِن الرجل إِذا سقى امْرَأَته من المَاء أجر قَالَ فأتيتها فسقيتها وحدثتها بِمَا سَمِعت من رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رَوَاهُ أَحْمد وَالطَّبَرَانِيّ فِي الْكَبِير والأوسط (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف ،كتاب النكاح وما يتعلق به،۲/ ٤٤، الحديث: ۳۰۱۲)

(٤)۔۔:روى عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَإِن الرَّجُلَ لَيُؤجَرُ فِي رفعِ اللُّقْمَةِ إِلَى فِي امْرَأَتِه (قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل

اور حدیث پاک میں ہے: میاں بیوی آپس میں ہنسیں کھیلیں؛ کیونکہ اے مومنو! میں تمہارے دین میں شدّت و سختی پسند نہیں کرتا۔(۱)

کریم شوہر یا کمینہ شوہر؟

حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: (اے مومنو!) تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنے گھر والوں (بیوی) کے ساتھ بہتر زندگی بسر کرے اور میں تم سب سے زیادہ بہتر اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہوں۔ بیوی کی عزت کرنے والا **"کریم"** ہے اور اس کو ذلیل کرنے والا **"کمینہ"** ہے۔(۲)

ذرا غور فرمائیے! فی زمانہ اکثر لوگوں سے بیویوں کی عزت کرنا تو در کنا اس بارے میں سوچنا بھی مشکل نظر آتا ہے اور دوسری جانب بیویوں کو ذلیل کرنے کی مثالیں در جنوں ہیں۔ بعض حضرات تو اتنے گر جاتے ہیں کہ آغازِ گفتگو گالی گلوچ سے ہوتا ہے۔ کمینہ ہے وہ شخص جو بیوی کو ذلیل کرتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح اس وقت حقوق کی ہر شخص اپنی من

الخامس والأربعون: ذكر التزويج، ٢/ ٤١١) و فى صحيح البخاري: عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ»(صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب: ما جاء إن الأعمال بالنية--إلخ، ١/ ٢٠، رقم الحديث: ٥٥)

(١)--:الهوا والْعَبُوا فإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُرَى فِي دِينِكُمْ أَيهَا الْمُؤْمِنُونَ غِلْظَةٌ (التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الهمزة، ١/ ٢٢٨)

(٢)--:خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي، ما أكرم النساء إلا كريم، وما أهانهن إلا لئيم."ابن عساكر"عن علي(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال،حرف النون، الفرع الثالث في حقوق متفرقة،برقم: ٤٤٩٤٣،١٦/ ٣٧١)

مانی سے تفسیر و تشریح کر رہا ہے اسی طرح ذلت ورسوا کرنا بھی ہے کہ ایک شخص اپنا حق مانگتا یا استعمال کرتا ہے تو دوسرا اُسے دینے کے لیے ذلّت یا ذلیل کرنا گردانتا ہے جیسے بیوی شوہر سے کہے کہ اپنے فلاں رشتہ دار سے قطع تعلّق کرو اور شوہر کا قطع تعلّق نہ کرنا اپنے لیے ذلّت شمار کرے حالانکہ قطع رحمی ویسے ہی حرام ہے اور پھر بیوی کو شوہر پر حکم چلانے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے؛ کیونکہ عند اللہ حاکم شوہر ہے نہ کہ بیوی۔ ہمارے معاشرے میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں؛ اس لیے جب تک میاں بیوی اپنے اپنے حقوق کو صحیح طور پر نہ جان لیں ہر ایک دوسرے پر ذلیل کرنے کا الزام دھرتا رہے گا اور ہمارا معاشرہ عدمِ توازن کا شکار رہے گا۔

میری اچھی نصیحت پر عمل کرو:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: (اے میری امّت!) بیویوں کے حق میں میری اچھی نصیحت پر عمل کرو؛ کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا، اس کو توڑنا ہے اور اگر تم چاہو کہ وہ بالکل سیدھی ہو جائے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر ایسے ہی چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا تم اپنی بیویوں کے بارے میں میری اچھی نصیحت پر عمل کرو (اور اس ٹیڑھی کے ساتھ خوش خُلقی سے زندگی بسر کرو۔)[1]

اور رسولِ اکرم نبی مکرّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی مومن اپنی ایماندار بیوی کے ساتھ بُغض نہ رکھے؛ کیونکہ اگر اس کی ایک خصلت اُسے ناپسند ہے تو دوسری

(۱)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم: وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاهُ فَإِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ(المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، كتاب النكاح، باب في مداراة النساء،برقم:۳٤٤۷/ ٤/ ۱٤۲)

عادت اسے پسند ہو گی۔[1]

مثلاً: میاں بیوی دونوں کہیں پیدل جائیں۔ دونوں ایک جیسا راستہ طے کریں لیکن بچہ بیوی نے اٹھایا ہو اور گھر واپسی پر خاوند اسے کہے: پانی پلاؤ، وہ پانی پلا دے۔ خاوند اسے کہے: پاؤں دباؤ، وہ تعمیلِ حکم کرے اور زبان پر اُف تک نہ لائے۔ یقیناً یہ عادت اس کی اچھی ہے۔

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہارِ شریعت میں حدیثِ مذکور کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یعنی، تمام عادتیں خراب نہیں ہوں گی جب کہ اچھی بُری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب ہی عادت کو دیکھتا رہے بلکہ بُری عادت سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝۱۹﴾[2]

ترجمہ: اور ان (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

میرے بھائی! اگر اس آیتِ کریمہ اور مذکورہ حدیثِ پاک کو اپنی گرہ سے باندھ لو تو نکاح کی گرہ مضبوط رہے گی اور بیوی کی طرف سے ہر گز شکایت نہ آئے گی۔

اور حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرّحمہ حدیثِ پاک نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خاوند اپنی بیوی کی بد خُلقی پر صبر کرے اس کو اللہ تعالیٰ

---

(۱)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ» (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الوصية بالنساء، صفحه: ٦٨٩، رقم الحديث: ١٤٦٩)

(۲)۔۔:(النساء: ٤/ ١٩)

ایسا ثواب عطا کرے گا جیسا کہ حضرت سیّدنا ایّوب علیہ الصّلاۃ والسّلام کو ان کی آزمائش پر صبر کرنے سے عطا ہوا اور جو بیوی اپنے خاوند کی بد خُلقی پر صبر کرے اس کی اللہ عزّوجلّ ایسا ثواب عطا کرے گا جیسا کہ فرعون کی (مُسلمہ) بیوی آسیہ کو عطا ہوا۔ (۱)

حضرت ایوب علیہ الصّلاۃ والسّلام کا صبر اور اس پر ملنے والا اجر

حضرت ایوب علیہ الصّلاۃ والسّلام حضرت اسحاق علیہ الصّلاۃ والسّلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ الصّلاۃ والسّلام کے خاندان سے ہیں۔، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، صورت کا حُسن بھی، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت بھی عطا ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام کو آزمائش میں مبتلا کیا، چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مر گئی، تمام جانور جس میں ہزارہا اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہوگئے حتّٰی کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام کو ان چیزوں کے ہلاک اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاتے اور فرماتے تھے "میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام بیمار ہوگئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑگئے اور بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ اس حال

---

(۱)۔۔:وَقَالَ صلّى الله عَلَيْهِ وسلّم: مَنْ صَبَرَ عَلَى سُوءِ خُلُقِ امْرَأَتِهِ أَعْطَاهُ الله مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ مِثْلَ مَا أَعْطَى أَيُّوبَ عَلَى بَلائِهِ وَمَنْ صَبَرَتْ عَلَى سُوءِ خُلُقِ الزَّوْجِ أَعْطَاهَا الله مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ ثَوَابِ آسِيَةَ امْرَأَةِ فِرْعَوْن (إحياء علوم الدّين، كتاب آداب النكاح،٢/ ٤٢)

میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا البتہ آپ کی زوجہ محترمہ رحمت بنتِ افرائیم نے نہ چھوڑا اور وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام کی یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اے میرے ربّ! عَزَّوَجَلَّ) بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔[1]

پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کر دی کہ حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا" آپ زمین میں پاؤں ماریئے۔ انہوں نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا، آپ کو حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے۔ آپ نے غسل کیا تو ظاہرِ بدن کی تمام بیماریاں دُور ہو گئیں، پھر آپ چالیس قدم چلے، پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا، آپ نے پھر پاؤں مارا تو اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی انتہائی سرد تھا۔ آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پانی کو پیا تو اس سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دُور ہو گئیں اور آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام کو اعلیٰ درجے کی صحت حاصل ہوئی۔[3]

(۱)۔۔: الخاذن، الأنبياء، تحت الآية: ۸۳، ۳/ ۲۸۶-۲۸۸، ملخصاً.

(۲)۔۔: [الأنبياء: ۲۱/ ۸۴]

(۳)۔۔: الخاذن، الأنبياء، تحت الآية: ۸۴، ۳/ ۲۹۱.

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور اکثر مفسّرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کی دوسری روایت میں ہے کہ '' اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولادیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ الصّلاۃ و السّلام پر یہ عطا اپنی طرف سے اُن پر رحمت فرمانے اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے فرمائی تا کہ وہ اس واقعہ سے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور اس صبر کے عظیم ثواب سے باخبر ہوں اور صبر کر کے اجر و ثواب پائیں۔ [1]

حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کا صبر اور اس پر ملنے والا اجر

حضرت آسیہ بنت مزاحم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا یہ فرعون کی بیوی ہیں۔ فرعون تو حضرت موسیٰ علیہ الصّلاۃ و السّلام کا بدترین دشمن تھا لیکن حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے دیکھ لیا تو فوراً اُن کے دل میں ایمان کا نور چمک اُٹھا اور وہ ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس ظالم نے ان پر بڑے بڑے عذاب کئے، بہت زیادہ زدوکوب کے بعد چومیخا کر دیا یعنی چار کھونٹیاں گاڑ کر حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کے چاروں ہاتھوں پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر چاروں کھونٹوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں اور

(۱)۔۔۔الخازن، الأنبياء ، تحت الآية: ۸۴، ۳/ ۲۹۱، المدارك، الأنبياء، تحت الآية: ۸۴، ص۷۲۴، ملتقطاً.

بھاری پتھر سینہ پر رکھ کر دھوپ کی تپش میں ڈال دیا اور دانہ پانی بند کر دیا لیکن ان مصائب و شدائد کے باوجود وہ اپنے ایمان پر قائم و دائم رہیں اور فرعون کے کفر سے خدا عزّوجل کی پناہ اور جنت کی دعائیں مانگتی رہیں اور اسی حالت میں اُن کا خاتمہ بالخیر ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ زندہ ہی اُٹھا کر جنت میں پہنچا دی گئیں اور وہاں کھاتی پیتی ہیں۔ (۱)

اس قابلِ رشک جنّتی خاتون کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے: ﴿

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۙ﴾ (۲)

ترجمہ: اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنّت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ (کنزالایمان)

درسِ ہدایت

(۱)۔۔:قال المفسرون لما غلب موسى السحرة آمنت به امرأة فرعون فلما تبين لفرعون إسلامها أوتد يديها ورجليها بأربعة أوتاد وألقاها في الشمس فكانت تعذب في الشمس فإذا انصرفوا عنها أظلتها الملائكة إِذْ قالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ فكشف الله لها عن بيتها في الجنة وقيل إن فرعون أمر بصخرة عظيمة لتلقى عليها فلما أتوها بالصخرة قالت رب ابن لي عندك بيتا في الجنة فأبصرت بيتها في الجنة، من درة بيضاء وانتزعت روحها فألقيت الصخرة على جسد لا روح فيه ولم تجد ألما وقيل رفع الله امرأة فرعون إلى الجنة فهي تأكل وتشرب فيها (الخاذن، التحريم، تحت الآية: ١١، ٤/ ٢٨٨، تفسير جلالين، التحريم، تحت الآية: ١١، ص٤٦٦، ملتقطاً)

(۲)۔۔:[التحريم:٦٦/ ١١]

اے مسلمان مردوں! بیوی کی بد خُلقی پر صبر کرو، حضرت ایوب علیہ الصّلاۃ و السّلام کو ملنے والے اجر کے حقدار بن جاؤ گے۔

اور اے مسلمان عورتو! شوہر کے بُرے اخلاق برداشت کرو، حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو ملنے والا انعام عطا ہو جائے گا۔

اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے کی عملی تفسیر

"وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" کی عملی تفسیر جو رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے عیاں ہے۔

حضرت عَمْرَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضرت سیّدہ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھر میں (ازواجِ مطہّرات کے ساتھ) کس طرح رہتے تھے؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے فرمایا: سب سے زیادہ تبسّم فرماتے مسکراتے اور نرم طبیعت سے پیش آتے۔[1]

اور حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ازواجِ مطہّرات کے ساتھ سب سے زیادہ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے ساتھ مزاح بھی فرماتے تھے۔[2]

---

(١)ـــ:عَنْ عَمْرَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَلَا فِي الْبَيْتِ؟ قَالَتْ: أَلْيَنَ النَّاسِ بَسَّامًا ضَحَّاكًا "(مسند إسحاق بن راهويه، ما يروى عن عمرة عن عائشة إلخ، ٢/ ٤٣٤ حديث:١٠٠١)

(٢)ـــ:كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِن أَفكَهِ النَّاسِ مَعَ نِسَائِهِ»رَوَاهُ الْحسن بن سُفْيَان فِي مُسْنده من حَدِيث أنس دون قَوْله «مَعَ نِسَائِهِ» وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمزح معهن(إحياء علوم الدّين، كتاب آداب النكاح،٢/ ٤٤)

مزاح یہاں تک فرماتے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگائی اور سیّدہ کے پاؤں آپ ﷺ سے آگے نکل گئے پھر دوسری مرتبہ آپ ﷺ نے دوڑ لگائی تو آپ ﷺ جیت گئے اور فرمایا: عائشہ یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

چنانچہ حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سفر میں حضور نبی رحمت ﷺ کے ہمراہ تھی اور میں نے آپ ﷺ سے دوڑ لگائی تو میرے پاؤں آپ ﷺ سے آگے نکل گئے پھر جب میرے جسم پر گوشت زیادہ ہو گیا تو میں نے پھر دوڑ لگائی تو آپ ﷺ مجھ سے سبقت لے گئے اور فرمایا: یہ اس سبقت کا بدلہ ہے۔[1]

اور ازواجِ مطہّرات میں سے نبی اکرم ﷺ کو سب سے پیاری بیوی سیدۂ کائنات اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا تھیں اور محبت کا عالم یہ تھا کہ حضرت عائشہ جب کسی چیز کی خواہش کرتیں تو رسول مکرّم شفیعِ معظّم ﷺ اس کو پورا فرماتے۔[2]

اصل حکمِ شَرع یہی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی خواہشات و مطالبات کو پورا کرے لیکن اگر کوئی مطالبہ شریعت سے ٹکراتا ہو تو ہر گز اُس کی بات نہ مانے ورنہ ذلیل ہو گا اور بروزِ قیامت اوندھا کر کے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا جیسے شوہر کے

---

(۱)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: «هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ (سنن أبي داود، باب السبَق على الرجل، ٣/ ٤٨،حديث: ٢٥٧٨)

(٢)۔۔:وكانت عائشة أحب نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم إليه، و من حبه لها أنها كانت إذا هويت الشيء تابعها عليه وافقها(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الفصل الثالث: في ذكر أزواجه إلخ، ٤/ ٣٨٦)

اپنے والدین، بھائیوں، بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے بیوی کی جانب سے قطع رحمی کا مطالبہ کرنا اور شریعتِ مطہّرہ کی خلاف ورزی پر مبنی دیگر مطالبات۔

چنانچہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو خاوند اپنی بیوی کا غلام بن جائے (کہ ناجائز بات میں بھی اس کی اطاعت کرنے لگے یعنی رَن مرید) وہ ذلیل ہو گیا۔(۱)

أَقول و بالله التَّوفيق: کیونکہ جب شوہر بیوی کی ہر جائز و ناجائز بات مانے گا تو اس کی غلامی میں آ جائے گا حالانکہ اللہ جلّ شانُہ نے اسے بیوی کا سردار بنایا ہے، حاکم بنایا ہے نہ کہ محکوم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ﴾(۲)

ترجمہ: عورت کا سردار (شوہر یعنی عزیزِ مصر) دونوں کو دروازے کے پاس ملا۔

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سرداری کو غلامی میں بدلے گا تو یقیناً ذلیل و رسوا ہی ہو گا۔

اور حضرت سیّدنا حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: جو خاوند ہر جائز و ناجائز بات میں بیوی کی پیروی کرتا ہے اللہ عزّوجلّ اسے الٹا کر کے دوزخ میں پھینکے گا۔(۳)

اللہ عزّوجلّ ہم سب کو اپنی بیویوں کی غلامی سے محفوظ رکھے اور حضور جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غلامی عطا فرمائے۔ آمین!!!

---

(۱)۔۔:وقد قَالَ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الزُّوجَةِ (إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح، ٢/ ٤٤)

(۲)۔۔:[يوسف:١٢/ ٢٥]

(۳)۔۔:قال الحسن: ما أصبح اليوم رجل يطيع امرأته فيما تهوى إلاّ أكبه الله في النار(قوت القلوب في معاملة المحبوب، الفصل الخامس والأربعون:ذكر التزويج، ٢/ ٤٢٠)

اور ایک دن اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ بنتِ صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُما نے گلاس سے پانی پیا تو نبیِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے ہاتھ سے گلاس لے لیا اور جہاں اُمّ المومنین نے منہ لگا کر پانی پیا تھا تو اُمّت کے والی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہیں پر اپنے لب مبارک لگا کر پانی پیا۔(۱)

اور ایک مرتبہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ بنتِ صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُما نے ہڈی سے دانتوں کے ساتھ گوشت کھالیا تو حضور رحمتِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے ہاتھ سے وہ ہڈی لے لی اور جہاں سے اُمّ المؤمنین نے کھایا تھا وہیں سے مالکِ کونین علیہ الصّلاۃ والسّلام نے کھانا شروع کر دیا۔(۲)

اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فرماتی ہیں: میں نے ایک دن حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے "حریرہ" پکایا اور جب اسے لے کر خدمتِ اقدس

---

(۱)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ، فَيَشْرَبُ، وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ(أخرجه مسلم فى كتاب الحيض، باب: جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجيله، من حديث عائشةرضى الله عنها،۱/ ۲٤٥، الحديث: ۳۰۰)

وإذا شَرِبَتْ [عائشة رضى الله تعالى عنها] مِنَ الإِناءِ أَخَذَهُ فَوَضَعَ فَمَهُ على مَوضِعِ فَمِها وشَرِبَ (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الفصل الثاني: فيما أكرمه الله تعالى... إلخ، ۲/ ۱۱٦)

(۲)۔۔:و رَفَعَتْ [عائشة رضى الله تعالى عنها] عَظْمًا فَنَهَشَتْ مِمَّا عَلَيهِ مِنَ اللَّحمِ، فَأَخَذَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِن يَدِها، و أَكَلَ مِن مَوضِعِ فَمِها.(من هدى الرّسول المسمّى سِفرُ السّعادة، فصل فى العادة النبوية...إلخ، ص: ۲۲۱)

و فى "المواهب": وإذا تَعَرَّقَتْ [عائشة رضى الله تعالى عنها] عَرقًا –وهو العظم الذي عليه اللحم– أَخَذَهُ فَوَضَعَ فَمَهُ عَلى مَوضِعِ فَمِها ۔(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الفصل الثاني: فيما أكرمه الله تعالى... إلخ، ۲/ ۱۱٦)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہوئی تو وہاں حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا موجود تھیں۔ میں نے حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے کہا: اسے پی لیں، انہوں نے پینے سے انکار کر دیا پھر میں نے کہا: اسے پی لیں ورنہ چہرے پر مل دوں گی، انہوں نے پھر انکار کر دیا تو میں نے اپنا ہاتھ اس میں ڈبو کر حضرت سودہ کے چہرے پر مل دیا۔ یہ منظر دیکھ کر سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکرئے اس حال میں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم دونوں کے درمیان جلوہ فرما تھے۔ پھر حضرت سودہ نے بھی حریرے میں ہاتھ بھگو کر میرے چہرے پر مل دیا اور حضور جانِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکرا دیے۔[(۱)]

پھر اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تب بھی حُسنِ معاشرت مطلوبِ شرع ہے۔

ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں عدل وانصاف سے کام لینا

بیوی کے حقوقِ فرائضہ واجبہ سے یہ بھی ہے کہ جس کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں، اُسے ان کے مابین اُمورِ اختیاریہ، مثلاً: کھانے، پہننے اور حُسنِ اخلاق وغیرہ میں عدل وانصاف اور یکساں سلوک کرنا چاہئے ورنہ وعیدِ شدید کا مستحق ہو گا، البتہ اُمورِ غیر اختیاریہ، مثلاً: میلِ طبعی، محبّتِ قلبی اور خواہش و رغبت وغیرہ میں برابری لازم و ضروری نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: ﴿وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا

---

(۱)۔۔:قَالَتْ عَائِشَةُ: صَنَعْتُ حَرِيرَةً وَعِنْدِي سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ جَالِسَةٌ، فَقُلْتُ لَهَا: كُلِي، فَقَالَتْ: لَا أَشْتَهِي وَلَا آكُلُ، فَقُلْتُ: لَتَأْكُلِنَّ أَوْ لَأُلَطِّخَنَّ وَجْهَكِ، فَلَطَخْتُ وَجْهَهَا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا، فَأَخَذَتْ مِنْهَا فَلَطَخَتْ وَجْهِي، وَرَسُولُ اللهِ يَضْحَكُ، (فضائل الصحابة، باب: خير هذه الأمة بعد نبيها، ۱ / ۳۴۹)

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾ (۱)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کروگے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو ۲ دو ۲ اور تین ۳ تین ۳ اور چار ۴ چار ۴ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ (۲)

ترجمہ: اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

اور مفسّرِ شہیر حضرت علامہ مفتی سیّد نعیم الدّین مراد آبادی علیہ الرّحمہ، متوفی ۱۳۹۱ھ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: یعنی، اگر کئی بیبیاں ہوں تو یہ تمہاری مقدرت میں نہیں کہ ہر امر میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی امر میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہونے دو نہ میل و محبت میں نہ خواہش و رغبت میں نہ عشرت و اختلاط میں نہ نظر و توجہ میں تم کوشش کرکے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہارے مقدور میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بار تم پر نہیں رکھا گیا اور محبت قلبی اور میل طبعی جو تمہارا اختیاری نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔

---

(۱)۔۔:[النساء: ٤/ ٣]

(۲)۔۔:[النساء: ٤/ ١٢٩]

بلکہ یہ ضرور ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت حُسن و اخلاق کھانے پہننے پاس رکھنے اور ایسے اُمور میں برابری کرنا اختیاری ہے ان اُمور میں دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا لازم وضروری ہے۔(۱)

اور ''مسند امام احمد''، ''ابو داود''، ''نسائی'' اور ''ابن ماجہ'' میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے: حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس کی دو عورتیں ہوں، ان میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کا آدھا دھڑ مائل ہو گا۔(۲)

اور ''سُنَنِ ترمذی''اور'' حاکم'' کی روایت ہے کہ اگر دونوں میں عدل نہ کریگا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ آدھا دھڑ ساقط (بیکار) ہو گا۔(۳)

اور''ابو داود''، ''ترمذی''، ''نسائی''،''ابن ماجہ''اور''ابن حبان'' نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باری میں عدل فرماتے اور کہتے: الٰہی! میں جس کا مالک ہوں، اس میں میں نے یہ تقسیم کر

---

(۱)۔۔:خزائن العرفان، تحت الآیۃ: النساء: ٤/ ٣

(۲)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ (سنن أبي داود،کتاب النکاح،باب فی القَسم بین النساء،الحدیث:٢١٣٣، ٢/ ٤١٥)

(۳)۔۔:إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ»۔(جامع الترمذی،أبواب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر ، الحديث :١١٤١، ٢/ ٢١١)

دی اور جس کا مالک تو ہے میں مالک نہیں (یعنی محبتِ قلبی) اس میں ملامت نہ فرما۔ (۱)

اور ”صحیح بخاری“ اور ”مسلم شریف“ میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ زاہدہ عابدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواجِ مطہّرات میں قرعہ ڈالتے، جن کا قرعہ نکلتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ (۲)

اور ”مستدرک“ میں ہے: نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت سیّدتنا زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے فرمایا: میں نے جو کچھ دوسری بیویوں کو دیا تھا، تجھے اس سے کم نہیں دوں گا دو چکیاں، دو مٹکے اور ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اور فرمایا: اگر میں تجھے سات چیزیں دوں گا تو پھر اپنی ساری بیویوں کو سات سات دوں گا۔ (۳)

بیویوں میں کن اُمور میں برابری لازم اور کن میں غیر لازم

مذکورہ آیات طیبہ واحادیثِ مبارکہ سے حاصل ہونے والے شرعی احکام درج ذیل ہیں: جس کی دو یا تین یا چار عورتیں ہوں اس پر اختیاری چیزوں میں عدل فرض ہے، ہر ایک کا پورا حق ادا کرے۔ نفقہ (کھانا کپڑا اور مکان) میں برابری لازم ہے اور

---

(۱)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ، وَيَقُولُ: «اللّٰهُمَّ هَذَا قَسْمِي، فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي، فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا أَمْلِكُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْقَلْبَ۔(سنن أبي داود،كتاب النكاح،باب فی القَسم بین النساء،الحدیث:٢١٣٤، ٢/ ٤١٥)

(۲)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ،(صحیح البخاري،كتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات،٢/ ١٨٣، الحديث: ٢٦٨٨ .

(۳)۔۔:إِنِّي لَا أَنْقُصُكِ شَيْئًا مِمَّا أَعْطَيْتُ، فُلَانَةَ رَحَاتَيْنِ وَجَرَّتَيْنِ، وَمِرْفَقَةً حَشْوُهَا لِيفٌ» وَقَالَ: «إِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي (المستدرك على الصحيحين،كتاب النكاح،٢ / ١٩٥، الحديث:٢٧٣٤)

جو بات اس کے اختیار کی نہیں اس میں مجبور و معذور ہے، مثلاً: ”اگر ایک سے زیادہ محبت ہے، دوسری سے کم تو اس میں برابری لازم نہیں، اسی طرح جماع سب کے ساتھ برابر ہونا بھی ضروری نہیں۔

چنانچہ سراجُ الفقہا علامہ تُمُر تاشی اور عُمدۃُ الفقہا علامہ علائی علیہما الرّحمہ رقم طراز ہیں: بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباسِ خورد ونوش اور صحبت و موانست میں برابری کرے نہ کہ جماع میں مثل محبت کے بلکہ جماع میں برابری مستحب ہے۔ (۱)

دو بیویوں میں کس صورت میں برابری لازم نہیں ہے؟

مذکورہ حکم کہ نفقہ میں برابری لازم ہے یہ اس وقت ہے جب دونوں بیویاں امیری یا غریبی میں برابر ہوں، مثلاً: ” شوہر غریب ہے اور دونوں بیویاں بھی غریب ہیں تو غریبوں والا نفقہ شوہر پر واجب ہے اور نفقہ میں برابری لازم ہے“ یا” شوہر امیر ہے اور دونوں بیویاں بھی امیر ہیں تو امیروں والا نفقہ شوہر پر واجب اور نفقہ میں برابری لازم ہے“۔

اور اگر دونوں بیویاں امیری یا غریبی میں برابر نہ ہوں تو نفقہ میں برابری لازم نہیں ہے، غنیّہ (امیر بیوی) کے لئے اس کی شان کے لائق واجب ہو گا اور فقیرہ کے لئے اس کے لائق، مثلاً: ”زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقرخانی و مُرغ پلاؤ ہے اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ گندم باجرے کی روٹی کھاتی ہے

---

(۱)۔۔:(يجب) وظاهر الآية أنه فرض نهر (أن يعدل) أي أن لا يجور (فيه) أي في القسم بالتسوية في البيتوتة (وفي الملبوس والمأكول)، والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة بل يستحب ۔(رد المحتار ،كتاب النكاح،باب القسم، ٤/ ٣٧٦)

اور خود پکاتی ہے ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہے، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مرغ لازم ہے اور دوسری کے لئے گندم وجوار کی روٹی اور پہلی کے لئے خادمہ ونوکرانی کی ضرورت اور دوسری خود کام کرے گی، پہلی کو عمدہ لباس لے کر دینا لازم، دوسری کو متوسّط ودرمیانے درجہ کا لباس کافی ووافی، پہلی کے لئے عالی شان مکان بھی درکار ہو گا جبکہ دوسری کے لئے متوسط درجہ کا مکان بھی کفایت کرے گا۔

کون سی چیزوں میں برابری لازم ہے خواہ بیویاں امیر ہوں یا غریب

اصل نفقہ (کھانا، کپڑا اور مکان) جو بیوی کے لیے شوہر پر واجب ہے، اس میں مذکورہ حکم ہے کہ اگر دونوں بیویاں امیر ہوں یا غریب ہوں تو برابری لازم اور اگر ایک امیر اور دوسری غریب تو برابری لازم نہیں ہے۔

لیکن واجب نفقہ سے زائد جو چیزیں ہیں، مثلاً: فروٹ، برگر، آئسکریم اور تحائف وغیرہ چیزوں میں برابری لازم ہے چاہے ایک بیوی امیر کبیر اور دوسری انتہائی غریب ہو، مثلاً: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک امیر ہے دوسری غریب اور وہ ایک کے لیے پھل فروٹ، میوے، قلفی، آئسکریم، مہندی یا چوڑیاں لاتا ہے تو اس پر دوسری کے لیے بھی لانا واجب ہے؛ کیونکہ یہ چیزیں اس پر واجب نہیں ہیں، ان میں ایک کو ترجیح دینا، اس کی طرف میلان کرنا ہو گا اور میلان ممنوع ہے۔

چنانچہ عظیم فقیہ علامہ شامی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: ''بحر''میں فرمایا کہ ''بدائع''میں کہا ہے: کھانے، پینے، لباس، رہائش اور شب باشی میں شوہر پر مساوات واجب ہے ولوالجی نے بھی یُوں ذکر فرمایا اور حق یہ ہے کہ بے شک یہ اس کا قول ہے جس نے نفقہ میں فقط شوہر کے حال کا اعتبار کیا لیکن مُفتٰی بہ قول میں چونکہ دونوں کا حل معتبر ہے تو اس کے مطابق نفقہ میں مطلقاً مساوات واجب نہیں کیونکہ کبھی دو

بیویوں میں سے ایک مالدار اور دوسری فقیر ہوتی ہے تو ان میں برابری لازم نہیں۔ (۱)

''شامی'' کی اس عبارت کے تحت خاتم المحققین، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ والرّضوان ''جدّ الممتار'' میں رقم طراز ہیں: بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس کے دو محمل اور بھی ہیں: ایک یہ کہ دونوں عورتیں امیری اور فقیری میں برابر ہوں تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقاً برابری لازم ہے

دوسرا یہ کہ مراد وُہ اشیاء ہوں جو اصل نفقہ سے زائد ہیں یعنی تحفے اور ہدیے وغیرہ، تو اب دونوں کے درمیان برابری کو واجب ٹھہرانے سے کوئی مانع نہیں ہے (۲)

اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ والرّضوان سے دو بیویوں کے کھانے کی اشیاکے متعلق سوال ہوا، آپ نے جواباً فرمایا: (دو بیویوں کے درمیان) فواکہ وپان و الائچی وعطایا وہدایا میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اُتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے۔ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: أکل بنیك نحلت مثل هذا قال لاقال لاتشهد نی علی جور (ملخصاً) فاذاکان التفضیل فی العطایا جوراً

---

(۱)۔۔: قال فی "البحر" قال فی "البدائع": یجب علیه التسو یة فی الماکول والمشروب والسکنی والبیتوتة وهکذا ذکر الولوالجی: والحق أنه علی قول من اعتبر حال الرجل وحده فی النفقة وأما علی القول المفتی به من اعتبار حالهما فلا، فان احدهما قدتکون غنیة والاخری فقیرة فلایلزم التسو یة بینهما مطلقا فی النفقة. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب القسم، ٤/ ٣٧٦)

(۲)۔۔: یقول العبد الضعیف غفرله بقی له مجملان أخران الأول: أن تستوی المرأتان یساراً و و اعساراً، وحینئذ لامحل للتفاضل بینهما بل تجب التسو یة فی المأکول والمشروب والملبوس والسکنی أیضا کالبیوتة مطلقاً، والثانی أن یراد مایزاد علی النفقة من الهدایا والعطایا فلامانع من ایجاب التسو یة بینهما فیها. (جدالممتار حاشیه ردالمحتار، باب القسم، ٤/ ٦٥١، موقوله: ٢٧٨١)

ومیلاً فی البنین ففی الأزواج أولی وأحری۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کیا تُونے ہر بیٹے کو اس کی مثل تحفہ دیا۔ صحابی نے عرض کی کہ نہیں، تو حضور نے فرمایا کہ مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔ جب تحائف میں کمی بیشی بیٹوں کے اندر ظلم و میل قرار پائی تو بیویوں میں بدرجہ اولی ظلم و میل ہوگی۔ (۱)

اور امام ابو بکر حدّادی حنفی [۸۰۰ھ] اپنی مایہ ناز تصنیف: ''جوہرہ نیّرہ'' میں لکھتے ہیں: باری میں رات کا اعتبار ہے لہٰذا ایک کی رات میں دوسری کے یہاں بلا ضرورت نہیں جاسکتا۔ دن میں کسی حاجت کے لیے جاسکتا ہے اور دوسری بیمار ہے تو اس کے پوچھنے کو رات میں بھی جاسکتا ہے اور مرض شدید ہے تو اس کے یہاں رہ بھی سکتا ہے [یعنی جب اس کے یہاں کوئی ایسا نہ ہو جس سے اس کا جی بہلے اور تیمارداری کرے۔] ایک کی باری میں دوسری سے دن میں بھی جماع نہیں کرسکتا۔ (۲)

اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: سفر کو جانے میں باری نہیں بلکہ شوہر کو اختیار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈالے جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے لے جائے اور سفر سے واپسی کے بعد اور عورتوں کو یہ حق نہیں کہ اس کا مطالبہ کریں کہ جتنے دن سفر میں رہا۔ اُتنے ہی اُتنے دنوں ان باقیوں کے پاس رہے بلکہ اب سے باری مقرر ہوگی۔ سفر سے مراد شرعی سفر

---

(۱)۔۔:ملخّص از فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، باب القسم، ۱۲/ ۲۷۸-۲۷۹)

(۲)۔:وعماد القسم الليل ولا يجامع المرأة في غير يومها ولا يدخل بالليل على التي لا قسم لها ولا بأس أن يدخل عليها بالنهار لحاجة ويعودها في مرضها في ليلة غيرها وإن ثقل مرضها فلا بأس أن يقيم عندها.(الجوهرة النيرة، كتاب الرّضاع، ۲/ ۲٦)

ہے، جس کا بیان نماز میں گزرا۔ عُرف میں پردیس میں رہنے کو بھی سفر کہتے ہیں یہ مراد نہیں۔[۱]

اور ناانصافی اور ظلم کرنے والے یاد رکھیں! ظلم ایسا سنگین گناہ ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: روزِ قیامت ظلم تاریکی کی شکل میں ہو گا۔[۲]

قیامت کے دن نوزِ ایمان ہی کام آئے گا۔ اگر کسی نے ظلم کیا ہو گا تو وہ اندھیروں کی گہرائیوں میں اتار دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے دو شادیاں کی ہیں، انہیں عدل و انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

طلاق دینا کب فرض وواجب ہے؟

پھر اگر شوہر اپنی بیوی کو بھلائی کے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو اس پر فرض وواجب ہے کہ فوراً طلاق دے تاکہ بیوی بعدِ عدّت کسی اور سے نکاح کر سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾[۳]

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے (عدت تمام ہونے کے قریب ہو) تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی (حسن سلوک) کے ساتھ چھوڑ دو۔ (کنزالایمان)

---

(۱)۔۔: بہارِ شریعت، کتاب النکاح، باری مقرر کرنے کا بیان، ۲/۹۷

(۲)۔۔: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ القِيَامَةِ (صحيح البخاری، کتا ب المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، ۲/ ۱۱۳، الحديث: ۲٤٤۷)

(۳)۔۔: [سورۃ البقرۃ: ۲/ ۲۳۱]

مفسرِ قرآن حضرت علامہ سیّد نعیم الدّین مراد آبادی، متوفی ۱۳۹۱ھ آیتِ مذکورہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

شانِ نزول: یہ آیت ثابت بن یسار انصاری کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی اور جب عدت قریب ختم ہوتی تھی رجعت کرلیا کرتے تھے تاکہ عورت قید میں پڑی رہے۔

اور مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی، متوفی ۱۴۰۲ھ، ایسا شوہر جو اپنی بیوی کو بھلائی کے ساتھ نہیں رکھ رہا تھا، اُس کے بارے حکمِ شرع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بیوی کو بھلائی کے ساتھ رکھے۔ اگر بھلائی کے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو فرض ہے کہ فوراً طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ عورت بعدِ عدت کسی اور سے نکاح کرسکے۔ (۱)

اللہ عزّوجلّ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طریقے پر چلنے اور اپنی ازواج سے حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واجب نمبر4

نفقہ (بیوی پر خرچ کرنا)

بیوی کے حقوقِ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اس پر خرچ کرے یعنی بیوی کے کھانے پینے، پہننے کے لیے کپڑوں اور رہنے کے لیے علیحدہ کمرہ ورہائش کا انتظام والنصرام شوہر پر واجب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَاۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖۗ وَعَلَى

(۱)۔۔۔: فتاوی مصطفویہ، کتاب الطلاق، ۴/۴۱۱

الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ﴾[۱]

ترجمہ: جس کا بچہ ہے اُس (والد) پر عورتوں کو کھانا اور پہننا ہے دستور کے موافق کسی جان پر تکلیف نہیں دی جاتی مگر اُس کی گنجائش کے لائق ماں کو اُس کے بچہ کے سبب ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اُس کی اولاد کے سبب اور جو باپ کے قائم مقام ہے اُس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ (کنزالایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ ﴾[۲]

ترجمہ: مالدار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے، وہ اُس میں سے خرچ کرے جو اُسے خدا نے دیا، اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنی ہی جتنی اُسے طاقت دی ہے، قریب ہے کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) سختی کے بعد آسانی پیدا کردے۔ (کنزالایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ ﴾[۳]

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو اپنی طاقت بھر اور اُنھیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔ (کنزالایمان)

نیز خاوند اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے میں میانہ روی رکھے۔ فضول خرچی

---

(۱)۔۔: البقرۃ: ۲/ ۲۳۳.

(۲)۔۔: الطلاق: ٦٥/ ٧.

(۳)۔۔: الطلاق: ٦٥/ ٦.

کرے نہ تنگدستی؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾﴾(۱)

ترجمہ: (اے اولادِ آدم!) کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (کنز الایمان)

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾(۲)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں خرچ کرنے میں اِعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا ہے اور اسے ایک مثال سے سمجھایا گیا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب لوگ بُرا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہوکر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت کا بیان کیا اور اس میں اس حد تک مُبالغہ کیا کہ حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ترجیح دیدی اور کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت اس اِنتہا پر پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی اُن کے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہ فرماتے، یہ بات مسلمان خاتون کو ناگوار گزری اور اُنہوں نے کہا کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ

(۱)--:الأعراف: ۷/ ۳۱.

(۲)--:بنی اسرائیل: ۱۷/ ۲۹.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب صاحبِ فضل و کمال ہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جُود ونَوال میں کچھ شُبہ نہیں لیکن ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور یہ کہہ کر اُنہوں نے چاہا کہ یہودیہ کو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جُود وکرم کی آزمائش کرادی جائے چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضورِ اقدّس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ ان سے قمیص مانگ لائے اُس وقت حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک ہی قمیص تھی جو زیبِ تن تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہی اُتار کر عطا فرمادی اور اپنے دولت سرائے اقدس میں تشریف رکھی، شرم سے باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ اذان کا وقت آیا، اذان ہوئی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم نے انتظار کیا، حضورِ اقدّس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی۔ حال معلوم کرنے کے لئے دولت سرائے اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جسم مبارک پر قمیص نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

---

(۱)۔۔:در اسباب نزول آمده كه مسلمه با يهوديه كرو بستند ومضمون رهن آنكه حضرت رسالت پناه عليه السلام از موسى كليم عليه السلام سخى ترست وسخاوت موسى آن بود كه سائل را رد نميكرد بچيزى كه از وفاضل بوده يا بسخن خوش او را خوشنود ميساخت القصة از جهت آزمايش شخصى دختر خود را بجانب نبو آب فرستاد دخترك آمد وكفت كه يا رسول الله مادر من از شما پيراهن ميطلبد حضرت فرمود: زمان تا زمان برسد تو ساعتى ديگر بإزائي دخترك بعد از زمانى باز آمد كه مادر من آن پيراهنى ميطلبد كه در بر شماست حضرت بحجره در آمد و پيراهن بيرون كرده بوى داد وخود برهنه بنشست بلال قامت صلاة كشيد وياران منتظر خروج آن حضرت بودند وآن حضرت بسبب برهنكى بيرون نمى آمد آيت آمد كه ولا تجعل إلخ] قال فى برهان القرآن فدخل وقت الصلاة ولم يخرج للصلاة حياء فدخل عليه أصحابه فرأوه على تلك الصفة فلاموه على ذلك فانزل الله- ملتقطاً. (روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ۲۹، ۵/ ۱۵۱-۱۵۲، خزائن العرفان، بنی اسرائيل، تحت الآية: ۲۹، ص۵۳۱)

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: "عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمھارے پاس قیدی کی مثل ہیں، اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی امانت کے ساتھ تم نے اُنکو لیا اور اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے کلمہ کے ساتھ اُن کے فروج کو حلال کیا، تمہارا اُن پر یہ حق ہے کہ تمہارے بچھونوں پر (مکانوں میں) ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند رکھتے ہو اور اگر ایسا کریں تو تم اس طرح مار سکتے ہو جس سے ہڈی نہ ٹوٹے اور اُن کا تم پر یہ حق ہے کہ اُنہیں عرف کے مطابق کھانے پینے کے لیے دو۔ (۱)

اور "صحیحین" میں اُمّ المؤمنین صدیقہ بنتِ صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے مروی، کہ حضرت ہند بنت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم) ابوسفیان (میرے شوہر) بخیل ہیں، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر اُس صورت میں کہ اُن کی بغیر اطلاع میں کچھ لے لوں (تو آیا اس طرح لینا جائز ہے؟) فرمایا: کہ اُس کے مال میں سے اتنا تو لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کو دستور کے موافق خرچ کے لیے کافی ہو۔ (۲)

---

(۱)۔۔:فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ الله، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ الله، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله تعالىٰ عليه واٰلهٖ وسلّم، صفحة: ٥٦٦، الحديث: ١٢١٨)

(٢)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِّ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي، إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ، فَقَالَ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ، بِالْمَعْرُوفِ(صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب اذالم ينفق الرجل... إلخ، ٣/ ٤٤٢، الحديث: ٥٣٦٤)

اور "صحیح بخاری" میں حضرت سیّدنا ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی، کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے فرمایا: مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اُس کے لیے صدقہ ہے۔(۱)

اور "صحیح مسلم شریف" میں حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اُسے کھانے کو نہ دے۔(۲)

اور حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: اہل خانہ پر تنگی کرنے والا بد ترین انسان ہے۔(۳)

مذکورہ حدیث پاک کا ایک مفہوم:

حضرت سیّدنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: گھر والوں پر تنگی کرنے والا بد ترین انسان ہے تو صحابہِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! تنگی کرنے والا کیسے تنگی کرتا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی بیوی ڈر جاتی ہے، اس کا بچہ بھاگ جاتا ہے اور اس کا نوکر سہم جاتا ہے اور جیسے ہی گھر سے نکلتا ہے اس کی بیوی ہنسنے لگ جاتی

---

(۱)۔۔:عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ، فَقُلْتُ: عَنِ النَّبِيِّ؟ فَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا، كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔ (صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، ٣/ ٤٣٨، الحديث: ٥٣٥١.)

(۲)۔۔:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ، عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ» (صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال... إلخ، صفحة؛ ٤٤٥ الحديث: ٩٩٦)

(۳)۔۔:شَرُّ النَّاسِ الْمُضَيِّقُ عَلَى أَهْلِهِ (الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير، حرف السين، الحديث: ٧٠٨٠، ٢/ ١٦٨)

ہے (جیسے کہ اس پر سے بڑی مصیبت ٹل گئی ہو) اور اس کا بچہ اور نوکر خوش ہو جاتے ہیں۔ (۱)

نیز امام السّالکین حضرت محمد ابو طالب مکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی، متوفی: ۳۸۶ھ فرماتے ہیں: اللہ تعالی کو ایسا شخص انتہائی ناپسند ہے جو اپنے اہل و عیال پر (غیر شرعی) سختی کرتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ (۲)

اور حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے: (اے میرے امّتی!) تو ایک دینار راہِ خدا میں خرچ کرے اور ایک دینار لونڈی آزاد کرنے میں خرچ کرے اور ایک کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک دینار اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو ان سب میں سے زیادہ اجر و ثواب اس دینار کا ہے جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ (۳)

---

(۱)۔۔:عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شَرُّ النَّاسِ الضَّيِّقُ عَلَى أَهْلِهِ» ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ يَكُونُ ضَيِّقًا عَلَى أَهْلِهِ؟ قَالَ: «الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ خَشَعَتِ امْرَأَتُهُ، وَهَرَبَ وَلَدُهُ، وَفَرَّ عَبْدُهُ، فَإِذَا خَرَجَ ضَحِكَتْ امْرَأَتُهُ، وَاسْتَأْنَسَ أَهْلُ بَيْتِهِ» (المعجم الأوسط، باب الميم: من اسمه: مطلب، ۸/ ۲۳۷)

(۲)۔۔:أنّ الله يبغض الجعظري الجواظ قيل: هو الشديد على أهله المتكبر في نفسه(قوت القلوب في معاملة المحبوب، لفصل الخامس والأربعون: ذكر التزويج ۲/ ٤۱۸)

(۳)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ (صحيح مسلم، باب فضل النفقة على العيال والمملوك إلخ، صفحة: ٤٤٥، الحديث:۹۹۵)

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: کل قیامت کے دن بندۂ مومن کے میزان میں جو نیکی سب سے پہلے رکھی جائے گی وہ نفقہ ہے، جو اس نے اہل و عیال پر خرچ کیا ہو گا۔(۱)

اور خاوند جب کھانا کھائے تو اہل و عیال کے ساتھ مل کر کھائے کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔

چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: جب مرد کھانا کھائے تو اپنے تمام اہلِ خانہ کو دستر خوان پر بٹھائے کہ حضرت سیّدنا سفیان ثوری علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں: ہم تک یہ فرمانِ عالیشان پہنچ چکا ہے کہ جو گھر والے اکٹھے کھانا کھاتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں۔(۲)

نفقہ واجب ہونے اور واجب نہ ہونے کی صورتیں

(۱)۔۔۔ علاّمہ شیخ نظام الدّین حنفی علیہ الرّحمہ [۱۱۶۱ھ] و جماعتِ علمائے ہند "فتاویٰ عالم گیری" میں لکھتے ہیں: جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے عورت مسلمان ہو یا کافرہ ذمیہ، آزاد ہو یا مکاتبہ، محتاج ہو یا مالدار، دخول ہوا ہو یا نہیں، بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مُشتہاۃ ہو ورنہ واجب نہیں ہے۔(۳)

---

(۱)۔۔:وعن جابر عن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال: أَوَّلُ مَا يُوضَعُ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ نَفَقَتُهُ عَلَى أَهْلِهِ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، باب النفقات، ٤/ ٣٢٥، الحديث: ٧٧٠٦)

(۲)۔۔:وإذا أكل فيقعد العيال كلهم على مائدته فقد قال سفيان رضي الله عنه بلغنا أن الله وملائكته يصلون على أهل بيت يأكلون جماعة(إحياء علوم الدّين، كتاب آداب النكاح، ٢/ ٤٧)

(۳)۔۔:تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل كبيرة كانت المرأة أو صغيرة يجامع مثلها....المرأة إن كانت صغيرة مثلها لا يوطأ، ولا

(۲)..... علاّمہ علاء الدّین حصکفی حنفی علیہ الرّحمہ [۱۰۸۸ھ] ” درِّ مختار “میں لکھتے ہیں: (شوہر کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، لہٰذا) کتنا ہی کم عمر ہو ہو اُس پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ اگر اس کی ملکیت میں مال ہو تو اُس کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اُس کی ملک میں مال نہ ہو تو اُس کی عورت کا نفقہ اُس کے باپ پر واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر اُس کے باپ نے نفقہ کی ذمہ داری لی ہو تو باپ پر واجب ہے اور اگر شوہر ہمبستری کی طاقت نہیں رکھتا (عنین ہے یا مریض ہے) تب بھی اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ (۱)

(۳)..... علامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی علیہ الرّحمہ [۱۲۵۲ھ] ”فتاوی شامی“ میں لکھتے ہیں: جو نابالغہ لڑکی قابلِ جماع نہ ہو، اُس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے یہاں تک کہ ہمبستری کے قابل ہو جائے۔ البتہ اگر اس قابل ہو کہ خدمت کر سکے یا اُس سے اُنسیت حاصل ہو سکے اور شوہر نے اپنے مکان میں رکھا ہو تو اس پر نفقہ واجب ہے اور نہیں رکھا تو واجب نہیں۔ (۲)

(۴)..... علّامہ شیخ نظام الدّین حنفی علیہ الرّحمہ [۱۱۶۱ھ] و جماعتِ علمائے ہند ”فتاوی عالم گیری“ میں لکھتے ہیں: جو بالغہ عورت (بعدِ نکاح) رخصتی سے پہلے اپنے نفقہ کا مطالبہ کرے تو اُس کا مطالبہ درست ہے جبکہ شوہر نے اپنے مکان پر لے جانے کا اُس سے نہ کہا ہو۔ اور اگر شوہر نے کہا: تُو میرے ساتھ چل اور عورت نے انکار نہ کیا جب بھی نفقہ کی

يصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا حتى تصير إلى الحالة التي تطيق الجماع.(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،1/ 544)

(١)۔۔: (فتجب للزوجة على زوجها ولو صغيراً) جداً في ماله لا على أبيه إلا إذا كان ضمنها (لا يقدر على الوطء)أو فقيرا .(الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، صفحة:٢٥٧)

(٢)۔:لو لم تكن كذلك كان المانع منها فلا نفقة أي ما لم يمسكها في بيته للخدمة أو الاستئناس (رد المحتار،كتاب الطلاق، باب النفقة، تحت قوله: فلانفقة ،٥/ ٢٨٦)

مستحق ہے اور اگر عورت نے انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر کہتی ہے جب تک مہرِ معجل نہ دوگے نہیں جاؤں گی جب بھی نفقہ پائے گی کہ اُس کا انکار ناحق نہیں اور اگر انکار ناحق ہے، مثلاً: مہرِ معجل ادا کر چکا ہے یا مہر معجل تھا ہی نہیں یا عورت معاف کر چکی ہے تو اب اس وقت تک نفقہ کی مستحق نہیں جب تک شوہر کے مکان پر نہ آئے۔ (۱)

عبارتِ مذکورہ کے تحت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ والرّضوان رقم طراز ہیں: میں کہتا ہوں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ رخصتی سے پہلے نفقہ اس وقت واجب ہو گا جب عورت نے نفقہ کا مطالبہ کیا ہو اور شوہر نے اسے اپنے مکان پر لے جانے کا نہ کہا ہو۔ (۲)

(۵).... عالمگیری میں ہے: عورت جس مکان میں رہتی ہے وہ عورت کی ملکیت میں ہے اور شوہر کا آنا وہاں بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی ہاں اگر اُس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرایہ پر کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے گیا تو قصور شوہر کا ہے لہٰذا نفقہ کی مستحق ہے۔ یوہیں اگر شوہر نے پرایا مکان غصب کر لیا ہے

---

(۱)۔:الكبيرة إذا طلبت النفقة، وهي لم تزف إلى بيت الزوج فلها ذلك إذا لم يطأها الزوج بالنقلة...فإن كان الزوج قد طالبها بالنقلة، فإن لم تمتنع عن الانتقال إلى بيت الزوج فلها النفقة، فأما إذا امتنعت عن الانتقال، فإن كان الامتناع بحق بأن امتنعت لتستوفي مهرها فلها النفقة، وأما إذا كان الامتناع بغير الحق بأن كان أوفاها المهر أو كان المهر مؤجلا أو وهبته منه فلا نفقة لها كذا في المحيط.(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،۱/ ٥٤٥)

(۲)۔:أقول و ظاهره أن وجوب النفقه قبل النّقلة مشروط بطلبها النفقة و عدم نقله(جدّ الممتار، باب النفقه، ٥/ ٢٤٥، المقولة ؛ ٣٢١١)

اُس میں رہتا ہے عورت وہاں رہنے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ کی مستحق ہے۔ (۱)

(۲)... اُسی میں ہے: نافرمان عورت نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ شوہر کے گھر واپس آجائے اور نافرمان سے مراد وہ عورت جو شوہر کے روکنے کے باوجود اس کے گھر سے چلی جاتی ہو اور جب وہ نشوز اور نافرمانی کو چھوڑ دے گی تو نفقہ کی حقدار ہو گی۔ (۲)

نیز شوہر گنہگار ہو، مثلاً: "بے نمازی وغیرہ" پھر بھی بیوی کو اجازت نہیں ہے کہ شوہر کے پاس رہنے سے انکار کرے۔ اگر اس کے ساتھ نہیں رہے گی تو نافرمان گردانی جائے گی اور خرچے کی حقدار نہیں ہو گی۔

"فتاوی عالمگیری" میں ہے: کسی فقیہ سے بے نمازی شوہر کی بیوی کے متعلق پوچھا گیا: "اس کی بیوی اس کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے تو جواب دیا: اس کے لیے یہ انکار کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳)

(۷) ....علاّمہ علاء الدّین حصکفی حنفی علیہ الرّحمہ [۱۰۸۸ھ] "درِّ مختار" میں لکھتے ہیں: شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے یا عورت مسافتِ

---

(۱)ـ۔:ولو كان المنزل ملكها فمنعته من الدخول عليها لا نفقة لها إلا أن تكون سألته أن يحولها إلى منزله أو يكتري لها منزلاً، ولو كان يسكن في أرض الغصب فامتنعت منه لها النفقة كذا في الكافي.(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،۱/ ۵۴۵)

(۲)ـ:وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه.... وإذا تركت النشوز فلها النفقة،(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،۱/ ۵۴۵)

(۳)ـ:وسئل بعض العلماء عن امرأة لها زوج لا يصلي، والمرأة تأبى أن تكون معه قال: لها ذلك كذا في الظهيرية.(أيضاً)

سفر پر ہے، شوہر نے کسی اجنبی شخص کو بھیجا کہ اُسے یہاں اپنے ساتھ لے آ عورت اُس کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے تو یہ نافرمان نہیں ہے، لہذا اس صورت میں نفقہ کی مستحق ہو گی۔ (۱)

اس کے تحت علامہ شامی قدّس سرّہ السّامی نے لکھاہے کہ اگر عورت کے محرم کو بھیجا اور آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔ (۲)

(۸) ....علامہ علائی حنفی علیہ الرحمہ [۱۰۸۸ھ] "درِّ مختار "میں لکھتے ہیں: عورت شوہر کے گھر بیمار ہوئی یا بیمار ہو کر اُس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر رہی مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کیا تو نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیمار ہوئی اور اپنے باپ کے یہاں چلی گئی اگر اتنی بیمار ہے کہ گاڑی اور اس کے علاوہ کسی اور سواری پر بھی نہیں آسکتی تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر سواری پر شوہر کے ہاں آسکتی تھی مگر نہیں آئی تو نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔ (۳)

أقول و باللہ التوفیق: یہ بات یاد رہے کہ یہاں سواری پر سفر کرنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں نفقہ کی مستحق اس وقت ہو گی جب شوہر کی اجازت سے

---

(۱)۔:امتنعت منه فهي ناشزة .... بخلاف ما إذا خرجت.... السفر معه أو مع أجنبي بعثه بعثه لينقلها فلها النفقة (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ،صفحة:۲۵۸)

(۲)۔:لو كان محرما لها لم يكن لها نفقة(رد المحتار،كتاب الطلاق، باب النفقة، تحت قوله: أو مع أجنبى إلخ ،۵/ ۲۹۰)

(۳)۔:،مرضت في بيت الزوج) فإن لها النفقة.... وكذا لو مرضت ثم إليه نقلت، أو في منزلها بقيت ولنفسها ما منعت.... مرضت عند الزوج فانتقلت لدار أبيها، إن لم يكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة وإلا لا (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، صفحة:۲۵۸)

اپنے والد کے گھر گئی ہو؛ کیونکہ اگر بلا اجازتِ شوہر، اپنے والد کے یہاں چلی گئی تو ناشزہ و نافرمان کہلائے گی اور نافرمان عورت کے لیے حکمِ شرع بیان ہو چکا ہے۔

(۹) .... علامہ سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی علیہ الرّحمہ [۱۲۵۲ھ] "فتاوی شامی" میں اور امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ و الرّضوان "جدّ الممتار" میں لکھتے ہیں: عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اُس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں بلکہ پردیس چلا گیا ہے جب بھی نفقہ کی مستحق ہے۔ اور اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میں شوہر کی اجازت سے گئی تھی اور شوہر انکار کرتا ہے یا یہ ثابت ہو گیا کہ بلا اجازت چلی گئی تھی مگر عورت کہتی ہے کہ گئی تو تھی بغیر اجازت مگر کچھ دنوں شوہر نے وہاں رہنے کی اجازت دیدی تھی تو بظاہر عورت کا قول معتبر نہ ہو گا۔ (۱)

اور "فتاوی شامی" میں ہے: چند مہینے کا نفقہ شوہر پر باقی تھا عورت اُس کے مکان سے بغیر اجازت چلی گئی تو یہ نفقہ بھی ساقط ہو گیا اور لوٹ کر آئے جب بھی اُس کی مستحق نہ ہو گی اور اگر با اجازت اس نے قرض لے کر نفقہ میں صرف کیا تھا اور اب چلی گئی تو ساقط نہ ہو گا۔ (۲)

---

(۱)۔:(خارجة من بيته بغير حق) وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره أى عادت فى غيبته أي لو عادت إلى بيت الزوج بعدما سافر خرجت عن كونها ناشزة ولو ادعت أن خروجها إلى بيت أهلها كان بإذنه وأنكر أو ثبت نشوزها ثم ادعت أنه بعده بشهر مثلا أذن لها بالمكث هناك هل يكون القول لها أم لا لم أره والظاهر الثاني لتحقق المسقط تأمل۔ (الدرالمختار " و"ردالمحتار"،كتاب الطلاق،باب نفقة، مطلب: لا تجب على الاب...إلخ، ٥،/ ٢٨٩)،(جدّ الممتار، تحت قوله: بعد ما سافر، ٤/ ٢٤٦، المقولة: ٣٢١٣)

(۲)۔:(قوله وتسقط به) أي بالنشوز النفقة المفروضة، يعني إذا كان لها عليه نفقة أشهر مفروضة ثم نشزت سقطت تلك الأشهر الماضية، بخلاف ما إذا أمرها بالاستدانة

عوام النّاس ان میں خصوصاً خواتین خرچہ کہ جسے شریعتِ مطہّرہ نے مرد کے ذمّہ واجب کیاہے، اس کی من مانی تشریحات کرتی ہیں؛اس لیے ضروری ہے کہ اس عُنوان کے تحت تحریر شدہ شرعی احکامات کو غور سے پڑھاجائے۔

خرچے میں تین چیزیں: "کھانا، کپڑا اور رہائش" آتی ہیں ہر ایک کے تفصیلی احکام درج ذیل ہیں:

(۱۰)۔۔۔۔ امام ابو بکر حدّادی حنفی [۸۰۰ھ] اپنی مایہ ناز تصنیف: "جوہرہ نیّرہ" میں لکھتے ہیں: نفقہ (خرچہ) سے مراد کھانا، کپڑا اور رہنے کا مکان ہے۔(۱)

(۱۱)۔۔۔۔ شوہر پر کونسا نفقہ واجب ہے، امیروں والا یا غریبوں والا، اس بارے میں علاّمہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی [۹۷۰ھ] لکھتے ہیں: (پہلی صورت) اگر شوہر وزوجہ دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کی طرح واجب ہے اور (دوسری صورت) دونوں محتاج (تنگ دست) ہوں تو محتاجوں کا سا واجب ہے اور ایک مالدار ہے، دوسرا محتاج یعنی (تیسری صورت) عورت مالدار اور شوہر محتاج یا (چوتھی صورت) شوہر مالدار اور عورت محتاج تو بہر صورت متوسط درجہ کا واجب ہے یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اُس سے اچھا اور اغنیا جیسا کھاتے ہوں اُس سے کم درجہ کا نفقہ واجب ہے۔

اور چوتھی صورت میں اگرچہ شوہر پر مالداروں والا نفقہ واجب نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ جیسا خود کھاتا ہو، ویسا عورت کو بھی کھلائے کہ اسے بیوی کے

فاستدانت عليه فإنها لا تسقط (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: لا تجب على الاب...إلخ،٥/ ٢٨٩)

(١)ـ:والنفقة هي المأكول والمشروب وهو الطعام من غالب قوت البلد(الجوهرة النّيرة، كتاب النفقات، ٢/ ٨٣)

ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔(۱)

دربارۂ نفقہ میں مالدار اور تنگ دست ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں تحقیق

یہاں مُوسِر (مالدار) سے **"صاحبِ نصاب اور شرعاً غنی ہونا"** مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کُھلّا خرچ کرنے والا ہو اگرچہ شرعاً غنی نہ ہو، دوسروں کی ضرورت وحاجت پوری کرنے سے اُسے خود ضرر لاحق نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ شوہر کے پاس اگرچہ کچھ بھی نہ ہو اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، لہذا یہاں مالدار سے "صاحبِ نصاب" مراد نہیں ہے بلکہ عرفاً امیر ہونا مراد ہے۔

اور مُعسِر (محتاج اور تنگ دست) سے **"شرعی فقیر"** مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کُھلا خرچ نہ کرتا ہو، دوسروں کی ضرورت وحاجت پوری کرنے سے اُسے ضرر ہوتا ہو، یہی وجہ ہے کہ صاحبِ نصاب اور شرعاً غنی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر اپنی بیوی کے لیے اغنیا والا خرچہ لازم ہو، لہذا یہاں محتاج سے "شرعی فقیر" مراد نہیں ہے بلکہ عرفاً فقیر ہونا مراد ہے۔ الحمد للہ یہ دونوں محقّقین امام شامی و

---

(۱)۔:واتفقوا على وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين وعلى نفقة المعسرين إذا كانا معسرين، وإنما الاختلاف فيما إذا كان أحدهما موسرا والآخر معسرا فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل فإن كان موسرا وهي معسرة تجب عليه نفقة الموسرين ولا يجب عليه أن يطعمها مما يأكل، لكن قال مشايخنا يستحب له أن يؤاكلها؛ لأنه مأمور بحسن العشرة معها وذا في أن يؤاكلها لتكون نفقتها ونفقته سواءو إن كان معسرا وهي موسرة وجب عليه نفقة المعسرين؛ لأنها لما تزوجت معسرا فقد رضيت بنفقة المعسرين، وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط في المسألتين (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة،٤/ ١٩٠)

امام بریلوی علیہما الرّحمہ کی تحقیق کا جامع ترین خلاصہ ہے۔[1] وأنا أوّل من لخّص هذا التحقيق من الرّد و الجدّ ، و بالله التّوفيق .

نیز نفقہ کی یوں تعیین نہیں کی جاسکتی کہ ہمیشہ اتنے روپے ، مثلاً: پانچ ہزار روپے(۵۰۰۰) ہی دوں گا کہ اشیاکا ریٹ گھٹتا بڑھتا ہے، سَستائی کے زمانے میں کم اور زمانۂ مہنگائی میں زیادہ دیا جائے گا اور صورتِ ثانیہ زیادہ درپیش آتی ہے۔

---

(۱)۔: تحت العبارة المذكورة قال الامام الشامى: [تنبيه] صرحوا ببيان اليسار والإعسار في نفقة الأقارب ولم أر من عرفهما في نفقة الزوجة، ولعلهم وكلوا ذلك إلى العرف والنظر إلى الحال من التوسع في الإنفاق وعدمه، ويؤيده قول البدائع: حتى لو كان الرجل مفرطا في اليسار يأكل خبز الحوارى ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت أهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة۔ (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الاب...إلخ،۵/ ۲۸۷)

و فى جدّ الممتار للامام أحمد رضا رحمه الله تحت قوله: ولم أر من عرفهما في نفقة الزوجة

أ قول : لكن ساق العلّامة الخير الرملى ما ذكروه ثمه إلى هنا : (سئل فى الزوجين إذا كانا غنيّين هل تجب عليه نفقة الأغنياء، وما حدّ الغنى فى باب النفقة؟ أجاب: نعم تجب نفقة الأغنياء، قال فى "البحر" : اختلفوا فى حدّ اليسار على أربعة أقوال، أصحّها قولان: أحدهما: أنه مقدّر بنصاب الزّكاة، قال فى "الخلاصة": و به يفتى، واختاره الولوالجى معلّلاً بأن النفقة على الموسر، ونهاية اليسار لا حدّ لها، و بدايته النّصاب، فيقدّر به. والثانى: نصاب حرمان الصدقة وهو النّصاب الذى ليس بنام، قال فى "الهداية": وعليه الفتوى، و صحّحه فى "الذخيرة" اهـ، والذى يظهر للفقيه البارع فى الفقه: أن الأوّل أولى بالقبول، لأن ما ليس بنامٍ سريع النفاد أى" إن تواردت عليه النفقات كما هو ظاهر، والله تعالى أعلم)

أقول: فيه نظر فإن المعتبر فى الأقارب القدرة حتى أوجبها محمد على من يكسب كل يوم درهماً وتكفيه أربع دوانق، قال فى "الفتح" : (١ وهذا الذى يجب عليه التعويل فى الفتوى)، فالموسر ثمه بمعنى من يمكنه دفع حاجة غيره بدون لحوق ضرر به، والمعسر بخلافه، ولذا لم تجب عليه أصلاً، أمّا نفقة الزوجة فتجب على الزوج مطلقاً وإن لم يكن له شيء، والموسر والمعسر بمعنى الموسع والمقتر، فجعل مالك النصاب قادراً لا يستلزم جعله موسعاً وأن يلزم عليه لامرأته نفقة الأغنياء، فإنه يفنى النصاب فى أقلّ من نصف سنة بل فى ربعها، فالظاهر ما أفادة الشامى.(جدّ الممتار، ۵/ ۲۴۳، المقولة: ۳۲۱۰)

(۱۲)۔۔۔۔ علّامہ شیخ نظام الدّین حنفی علیہ الرّحمہ [۱۱۶۱ھ] وجماعتِ علمائے ہند "فتاوی عالم گیری" میں لکھتے ہیں: نفقہ کا تعیُّن پیسوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمیشہ اُتنے ہی روپے دیے جائیں اس لیے کہ نرخ بدلتا رہتا ہے، سستائی اور مہنگائی دونوں کے مصارف یکساں نہیں ہوسکتے بلکہ سستائی میں اُس کے لحاظ سے تعداد بڑھائی جائے گی اور منگائی کی صورت میں کم کی جائے گا۔(۱)

نیز اگر ماہانہ خرچہ مقرّر ہوا اور شوہر نہ دے تو بیوی ہر دن شام کے وقت اپنے خرچے کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(۱۳)۔۔۔۔ اُسی میں ہے: اگر زوجہ کے لیے ماہانہ خرچہ مقرّر ہوا تو اسے ہر مہینے دیا جائے گا پھر اگر شوہر نہ دے اور وہ ہر دن کے خرچے کا مطالبہ کرے تو شام کے وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔(۲)

اور اگر بیوی ایسے گھرانے سے آئی ہے جہاں عورتیں خود روٹی وغیرہ نہیں پکاتیں یا بیوی بیمار ہے تو ایسی صورت میں بیوی پر روٹی پکانا واجب نہیں ہے، لہذا شوہر اسے روٹی پکانے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اگر اس کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جہاں کی خواتین خود اپنے کام کاج کرتی ہیں اور نہ ہی یہ بیمار ہے تو اس پر روٹی وغیرہ پکانا واجب و لازم ہے، شوہر پر پکی ہوئی روٹی لا کر دینا واجب نہیں ہے۔

(۱۴)۔۔۔۔ علامہ تمُرتاشی، علامہ حصکفی، علامہ شامی اور علامہ نظام الدّین حنفی علیہم

---

(۱)۔۔۔:ولا يقدر نفقتها بالدراهم والدنانير على أي سعر كانت يقدر بها على حسب اختلاف الأسعار غلاء ورخصا رعاية للجانبين.(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،۱/ ۵۴۷)

(۲)۔۔۔:ولو فرضت لها النفقة مشاهرة يدفع إليها كل شهر، فإن لم يدفع، وطلبت كل يوم كان لها أن تطالب عند المساء كذا في "الفتاوى الكبرى".(أيضاً)

الرّحمہ تحریر فرماتے ہیں: عورت آٹا پیسنے روٹی پکانے سے انکار کرتی ہے اگر وہ ایسے گھرانے کی ہے کہ اُن کے یہاں کی عورتیں اپنے آپ یہ کام نہیں کرتیں یا وہ بیمار یا کمزور ہے کہ کر نہیں سکتی تو شوہر پر پکا ہوا کھانا لا کر دینا واجب ہو گا یا کوئی ایسا آدمی دے جو کھانا پکاوے، پکانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی اور اگر نہ ایسے گھرانے کی ہے نہ کوئی سبب ایسا ہے کہ کھانا نہ پکا سکے تو بیوی پر خود کھانا پکانا واجب ہو گا۔ شوہر پر یہ واجب نہیں کہ پکا ہوا اُسے دے۔[1]

ہمارے معاشرے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ شادی سے پہلے بعض خواتین اپنے سارے کام کاج کرتی ہیں لیکن شادی کے بعد ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ پکا پکایا مل جائے پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ گھر میں کھانا نہ پکانا ان کی عادت بن جاتی ہے بلکہ شوہر کو مجبور کرتی ہیں حالانکہ ایسی خواتین پر کھانا خود پکانا واجب و مطلوبِ شرع ہے۔

لہٰذا سب خواتین کو چاہیئے کہ سنّت سمجھ کر خود اپنے کام سرانجام دیں اور بالخصوص وہ خواتین جن پر وہ کام کرنا لازم و واجب ہو ورنہ گنہگار ہوں گی۔

(۱۵).... جن پر گھر کے کام کاج واجب نہیں ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن پر قضاءً

---

(۱)ـ ـ: (امتنعت المرأة) من الطحن والخبز (إن كانت ممن لا تخدم) أو كان بها علة (فعليه أن أن يأتيها بطعام مهيإ وإلا) بأن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر على ذلك (لا) يجب عليه ---- وإن كانت تخدم نفسها فعليها الطبخ والخبز.(تنوير الأبصار مع الدرالمختار و رد المحتار ، كتاب الطلاق، باب النفقة ،5/ 293)،[وفي الهندية :] إن امتنعت المرأة عن الطبخ والخبز إنما يجب على الزوج أن يأتيها بطعام مهيأ إذا كانت من بنات الأشراف لا تخدم بنفسها في أهلها، وإن لم تكن من بنات الأشراف لكن بها علة تمنعها من الطبخ والخبز أما إذا لم تكن كذلك فلا يجب على الزوج أن يأتيها بطعام مهيأ.(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،١/ ٥٤٨)

واجب نہیں ہیں، اس بارے میں علاّمہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی[۹۷۰ھ]لکھتے ہیں:خواتین پر اُمورِ خانہ داری دیانۃً واجب ہیں ؛کیونکہ حضور نبیِ اکرم ﷺ نے حضرتِ علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کاموں کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ باہر کے کاموں کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ڈالی جبکہ اندر ونی کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمائے حالانکہ آپ رضی اللہ تعالی عنہا تمام جہان کی خواتین کی سردار ہیں۔(۱)

(۱۶)....ہر عورت پر خود گھر کے کام کاج کرنا دیانۃً واجب ہونے کی وجہ سے ہی شوہر کے لیے بیوی سے کھانے پکانے کا اجارہ کرنا جائز نہیں ہے چاہے اس پر قضاءً واجب ہے یا نہیں، اس بارے میں علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی[متوفی:۵۸۷ھ]،لکھتے ہیں:شوہر کا بیوی سے کھانے پکانے پر اجارہ کرنا اور پھر بیوی کا اس پر اجرت لینا دونوں ناجائز ہیں؛کیونکہ اگر وہ اس پر اجرت لے گی تو وہ ایسے عمل پر اجرت لینے والی ہو گی جس کے دیانۃً واجب ہونے پر اسے فتوی دیا جا چکا ہے،تو اس طرح یہ رشوت کے معنی میں ہوا،لہذا اس کے لیے کھانا پکانے کی اجرت لینا حلال نہیں ہو گا۔(۲)

شوہر پر کھانے پینے کے آلات اور اثاثُ البیت میں

(۱)۔:وقالوا إن هذه الأعمال واجبة عليها ديانة --- ولذا استدل في البدائع لوجوبه ديانة بأنه – عليه السلام – «قسم الأعمال بين علي وفاطمة فجعل أعمال الخارج على علي وأعمال الداخل على فاطمة» اهـ.مع أنها سيدة نساء العالمين – رضي الله تعالى عنها –(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة ، ٤/ ١٩٣)

(۲)۔:ولو استأجرها للطبخ والخبز؛ لم يجز ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلك؛ لأنها لو أخذت الأجرة لأخذتها على عمل واجب عليها في الفتوى فكان في معنى الرشوة فلا يحل لها الأخذ (بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في بيان مقدار الواجب من النفقة ،٤/ ٢٤)

سے کون کونسے واجب ہیں اور کون کون سے واجب نہیں

کھانا پکانے کے تمام ضروری برتن، مثلاً چکی، ہانڈی، توا، چمٹا، رکابی، پیالہ، چمچہ وغیرہ جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، حسبِ حیثیت شوہر پر دینا واجب ہے، اسی طرح گھر کی دیگر اشیاءِ ضروریہ، مثلاً چٹائی، دری، قالین، غیرہ، یوہیں کنگھا، تیل اور صابُن بھی دینا واجب ہے اور اس قدر عطر وخوشبو دینا واجب ہے، جس سے بغل اور پسینہ کی بُو دُور کی جاسکے، اسی طرح کپڑے دھونے، نہانے اور وضو کے لیے پانی، شوہر کے ذمہ ہے عورت غنی ہو یا فقیر، البتہ جن چیزوں سے مقصود لذت و استمتاع ہو یعنی وہ چیزیں ضروریاتِ زندگی سے تو نہ ہوں لیکن ان کو استعمال کرنے کو جی چاہتا ہو، مثلاً: سرمہ، مہندی، لالی پاؤڈر وغیرہ خرید کر دینا شوہر پر واجب نہیں ہے۔ شوہر کو اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے اور اگر یہ چیزیں شوہر نے مہیّا کر دیں تو بیوی پر ان کو استعمال کرنا لازم ہے۔

چنانچہ علامہ تُمُرتاشی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں:

(۱۷)۔۔۔ کھانا پکانے اور پینے کے تمام برتن دینا شوہر پر واجب ہے، مثلاً: چکی، لوٹا، مشکیزہ۔ (۱)

اس کے تحت علامہ علائی علیہ الرّحمہ رقم طراز ہیں:

(۱۸)۔۔۔ اسی طرح گھر کی دیگر اشیاءِ ضروریہ، مثلاً چٹائی، گدا اور لکڑی کا تخت (چارپائی / پلنگ)، یوہیں کنگھا اور صابُن وغیرہ جن سے بدن کی میل دُور کی جاسکے

---

(۱)۔:یجب علیه آلة طحن و خبزو آنیة شرب و طبخ ککوزوجرّة.(تنویرالأبصار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الاب...إلخ، صفحه: ۲۵۹)

وہ چیزیں بھی دیناواجب ہے۔ (۱)

اور "فتاوی عالمگیری" میں ہے:

(۱۹).... غسل وو ضو کا پانی شوہر کے ذمہ ہے عورت غنی ہو یا فقیر۔۔اور البتہ جن چیزوں سے مقصود لذت و استمتاع ہو، مثلاً: سرمہ اور مہندی شوہر پر واجب نہیں ہے بلکہ شوہر کو اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے اور اگر یہ چیزیں شوہر نے مہیّا کر دیں تو بیوی پر ان کو استعمال کرنالازم ہے۔ (۲)

اور علامہ ابو بکر بن علی حدّادی زبیدِی حنفی، متوفی: ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

(۲۰).... سرمہ اور مہندی لا کر دینا شوہر پر واجب نہیں ہے، شوہر خود مختار ہے۔ عطر، خوشبو اس قدر دینا واجب ہے، جس سے بغل اور پسینہ کی بُو دور کی جاسکے اور کپڑے دھونے، نہانے اور وضو کے لیے پانی، شوہر کے ذمہ ہے (۳)

اور "شامی" میں ہے:

---

(۱)۔:كذا سائز أدوات البيت كحصر ولبد و طنفسة و ما تتنظف به وتزيل الوسخ كالمشط والدهن والأشنان و مايمنع الصنان ۔(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: لا تجب على الاب...إلخ، صفحه: 259))

(۲)۔:وفي فتاوى أبي الليث - رحمه الله تعالى - ثمن ماء الاغتسال على الزوج، وكذا ماء وضوئها عليه غنية كانت أو فقيرة۔۔۔ وأما ما يقصد به التلذذ والاستمتاع مثل الخضاب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختياره إن شاء هيأه لها، وإن شاء تركه، فإذا هيأه لها فعليها استعماله،(الفتاوى الهندية،كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول في نفقة الزوجة،١/ ٥٤٩)

(۳)۔:وأما الخضاب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختياره وأما الطيب فيجب عليه منه ما يقطع به السهوكة لا غير ويجب عليه ما يقطع به الصنان ....وعليه من الماء ما تغسل به ثيابها وبدنها من الوسخ ....ويجب عليه ماء الوضوء (الجوهرة النيرة، كتاب النفقات، ٢/ ٢٦٣)

(۲۱)..... عورت اگر چائے یا حُقّہ پیتی ہے تو ان کے مصارف شوہر پر واجب نہیں اگرچہ نہ پینے سے اُس کو ضرر پہنچے گا۔ (۱)

اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی، متوفی:۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(۲۲).....یوہیں پان، چھالیا، تمبا کو شوہر پر واجب نہیں۔ (۲)

اسی طرح جو چیزیں ضروریاتِ زندگی سے تو نہ ہوں لیکن اُنہیں کھانے کو جی چاہتا ہو، مثلاً: آئسکریم، برگر وغیرہ مہیّا کرنا شوہر پر واجب نہیں ہے۔

اور اگر عورت بیمار ہو تو ڈاکٹر کی فیس اور دوا کی قیمت شوہر پر واجب نہیں ہے۔ہاں! شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ اُسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جائے اور دوا بھی لے کر دے کہ اس سے آپس میں محبّت کا رشتہ مستحکم ہو گا اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عورت شوہر کے اس احسان کے بدلے احسن طریقے سے اس کی خدمت سر انجام دے گی۔

اور اگر بچہ پیدا ہو تو دائی یا ڈاکٹر کی فیس شوہر پر واجب ہے اگر شوہر نے ڈاکٹر کو بلایا اور اگر بیوی بلائے تو بیوی پر واجب ہے اور اگر ان دونوں کے بلائے بغیر خود آ جائے تو شوہر پر واجب ہے۔

چنانچہ علامہ ابو بکر بن علی حدّادی زبیدِی حنفی، متوفی:۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

(۲۳).....مرض کے لیے دوائی شوہر پر واجب نہیں ہے۔ (۳)

اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی حنفی، متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں: عورت اگر بیمار ہو جائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غم خواری اور

---

(۱)۔: لا يلزمه لها القهرة و الدخان و إن تضرّرت بتركها. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب...إلخ، ٥/ ٢٩٤)

(۲)۔:(بہارِ شریعت، نفقہ کا بیان،۸/ ۲۶۵)

(۳)۔:ولا يجب عليه الدواء للمرض۔ (الجوہرة النيرة، كتاب النفقات، ۲/ ۲۶۳)

تیمارداری میں ہر گز ہر گز کوئی کوتاہی نہ کرے بلکہ اپنی دلداری و دلجوئی اور بھاگ دوڑ سے عورت کے دل پر نقش بٹھادے کہ میرے شوہر کو مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عورت شوہر کے اس احسان کو یادرکھے گی۔ اور وہ بھی شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑادے گی۔ (۱)

اور علاّمہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی[۹۷۰ ھ]لکھتے ہیں:

(۲۴)....بچہ پیدا ہوا تو دائی کی اُجرت شوہر پر ہے اگر شوہر نے بُلایا اور اگر بیوی نے بلایا تو اسی پر ہے۔

(۲۵)....اگر دونوں کے بلائے بغیر خود بخود آجائے تو اس بارے میں فقہا کے دو اقوال ہیں:

(۱)شوہر پر واجب ہے کہ ہمبستری کی مؤنت ہے۔

(۲)بیوی پر واجب ہے جیسا کہ ڈاکٹر کی فیس خود بیوی پر ہے۔ (۲)

اور "صاحبِ بحر"کی مذکورہ عبارت کے تحت علامہ شامی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک قولِ اوّل راجح ہے کہ دائی کا بڑا فائدہ بچہ کی طرف لوٹتا ہے اور بچہ کا خرچہ باب پر لازم ہوتا ہے،لہذا اس صوت میں اجرت باپ پر لازم ہو گی۔ (۳)

ہر بیوی کا معرکۃ الآراء مسئلہ

شوہر پر اپنی بیوی کو کپڑوں کے سوٹ مہیّا کرنے کی شرعاً وجوبی مدّت

---

(۱)۔:(جنتی زیور،بیویوں کے حقوق،صفحہ:۷۰)

(۲)۔:وأجرة القابلة على من استأجرها من الزوجة والزوج فلقائل أن يقول عليه؛ لأنه مؤنة الجماع، ولقائل أن يقول عليها كأجرة الطبيب ـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة ، ٤/ ١٩٢)

(۳)۔:ويظهر لي ترجيح الأول؛ لأن نفع القابلة معظمه يعود إلى الولد فيكون على أبيه۔(رد المحتار،كتاب الطلاق، باب النفقة،،٥/ ٢٩٤)

شادی کے بعد عورت جب رُخصت ہو کر شوہر کے پاس آتی ہے تو اسی وقت سے اُس کا کپڑا جوڑا شوہر پر واجب ہے اگرچہ عورت کے پاس میکے سے لائے ہوئے کتنے ہی کپڑے ہوں اور نہ عورت پر یہ واجب کہ میکے سے جو کپڑے لائی ہے وہ پہنے بلکہ اب سب شوہر کے ذمہ ہے۔

پھر ہر چھ مہینہ پر موسم کے لحاظ سے ایک جوڑا دینا واجب ہے، ہاں! اگر مدّت پوری ہونے سے پہلے پھٹ گیا تو دوسرا دینا واجب ہے۔

اور اگر مدّت ختم ہونے کے بعد بھی وہ جوڑا باقی ہے تو دیکھا جائے گا کہ پہنا ہی نہیں یا کبھی اُس کو پہنتی تھی اور کبھی اور کپڑے اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں ہے۔

پھر کپڑا ادنی، اعلیٰ یا درمیانہ کس طرح کا دے گا، اس میں وہی تفصیل ہے جو کھانے پینے کے بیان میں گزر چکی ہے۔

چنانچہ رُخصتی کے بعد شوہر پر لباس مہیّا کرنا کب واجب ہے، اس بارے میں عمدۃ المحققین سیّد محمد امین ابنِ عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

(۲۶).... (بعد از رُخصتی فی الفور شوہر) نفقہ و خرچہ کی طرح کپڑے جوڑے کا انتظام کرے گا، یہ شرط نہیں ہے کہ چھ مہینے گزر جائیں تو کپڑے لے کر دے گا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ شوہر پر لباس مہیّا کرنا فوراً واجب ہے نہ کہ چھ مہینے کی پوری مدّت گزرنے کے بعد واجب ہے۔[1]

---

(۱)۔:والكسوة كالنفقة في أنه لا يشترط مضي المدة بحر عن الخلاصة. وحاصله أنها تجب لها معجلة لا بعد تمام المدة. (ردّالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۵/ ۲۹۴)

اور علامہ ابو بکر بن علی حدّادی زبیدِی حنفی، متوفی: ۸۰۰ھ رقم طراز ہیں:

(۲۷)....ہر ششماہی پر ایک جوڑا واجب ہے۔ جب ایک جوڑا کپڑا دیدیا تو جب تک مدت پوری نہ ہو دینا واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر پھاڑ ڈالا اور عادۃً جس طرح پہنا جاتا ہے اُس طرح پہنتی تو نہیں پھٹتا تو دوسرے کپڑے اس ششماہی میں واجب نہیں ورنہ واجب ہیں اور اگر مدّت پوری ہو گئی اور وہ جوڑا باقی ہے تو اگر پہنا ہی نہیں، دوسرا پہنتی رہی یا کبھی اُس کو پہنتی تھی اور کبھی اور کپڑے، اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں۔[1]

اور صاحبِ بہارِ شریعت صدرالشریعہ علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں:

(۲۸)....جاڑوں (سردیوں) میں جاڑے کے مناسب اور گرمیوں میں گرمی کے مناسب کپڑے دے مگر بہر حال اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو متوسط جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔

اور لباس میں اُس شہر کے رواج کا اعتبار ہے جاڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چلن (رواج) ہے وہ دے چمڑے کے موزے عورت کے لیے شوہر پر واجب نہیں مگر عورت کی باندی (لونڈی) کے موزے شوہر پر واجب ہیں۔ اور سُوتی، اُونی موزے جو جاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں یہ دینے ہونگے۔

---

(۱)۔:ولو فرض لها الكسوة في مدة ستة أشهر ليس لها شيء حتى تمضي المدة فإن تخرقت قبل مضيها إن كانت بحيث لو لبستها معتادا لم تتخرق لم تجب وإلا وجبت وإن بقي الثوب بعد المدة إن كان بقاؤه لعدم اللبس أو للبس ثوب غيره أو للبسه يوما دون يوم فإنه يفرض لها كسوة أخرى وإلا فلا (الجوهرة النيرة، كتاب النفقات، ۲/ ۲۶۳)

خرچہ میں شوہر کی ذمہ داری

(۲۹)....شوہر کو خود ہی چاہیے کہ عورت کے مصارف اپنے ذمہ لے یعنی جس چیز کی ضرورت ہولا کر یا منگا کر دے۔

(۳۰)....اور اگر لانے میں تاخیر کرتا ہے تو قاضی کوئی مقدار، وقت اور حال کے لحاظ سے مقرر کر دے کہ شوہر وہ رقم دے دیا کرے اور عورت اپنے طور پر خرچ کرے۔

عورت جو رقم اپنے خرچے سے بچائے اس کا مالک کون؟

(۳۱)....اور اگر اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر عورت اس میں سے کچھ بچالے تو وہ عورت کا ہے واپس نہ کریگی، بچائی ہوئی رقم آئندہ کے نفقہ میں شامل نہ ہو گی۔

کس صورت میں بیوی بلا اجازتِ شوہر اُس کی جیب سے پیسے نکال سکتی ہے؟

(۳۲)....اور اگر شوہر بقدرِ کفایت عورت کو نہیں دیتا تو بغیر اجازتِ شوہر عورت اُس کے مال سے لے کر صرف کر سکتی ہے۔[۱]

اور اگر عورت کو ایک ماہ کا خرچہ دے دیا، مہینہ ختم ہو گیا لیکن کچھ پیسہ ابھی تک باقی ہے تو عورت دوسرے ماہ کے خرچے کی حقدار ہے۔

اور عورت کو ایک مہینے کا نفقہ و خرچہ دے دیا، اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچہ خرچ کر ڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو مہینہ ختم ہونے سے پہلے شوہر پر خرچہ واجب نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ شامی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں:

(۱)۔: بہارِ شریعت، نفقہ کا بیان، ۸/ ۲۶۵

(۴۳)....اگر عورت کے لیے ایک ماہ کا خرچہ دس درہم مقرر ہوا، مہینہ گزر گیا اور کچھ خرچ باقی ہے تو عورت دوسرے دس درہموں کی حقدار ہو گی،

(۴۴)....برخلاف اس صورتِ مسئلہ کے کہ عورت کو ایک مہینے کا نفقہ و خرچہ دے دیا، اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچہ خرچ کرڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو مہینہ ختم ہونے سے پہلے شوہر پر خرچہ واجب نہیں ہے۔[1]

عورت کے رہنے کے لیے رہائش کا انتظام وانصرام

عورت کو رہائش دینا شوہر پر واجب ہے اور علیحدہ گھر دینا شوہر پر واجب نہیں ہے بلکہ رات گزارنے کے لیے ایک الگ کمرہ دینا واجب ہے، جس میں شوہر کے مُتعلّقین نہ رہیں، ہاں! اگر شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ ہمبستری سے آگاہ نہیں ہو سکتا تو وہ ساتھ رہ سکتا ہے۔

البتہ اگر بیوی خود سب کے ساتھ رہنا چاہے تو اجازت ہے کہ اپنا حق ساقط کرنا جائز ہے۔

پہلے شوہر سے عورت جو اولاد لائے، کیا اس کی رہائش شوہر پر لازم ہے؟

اسی طرح عورت کے مُتعلّقین اگرچہ بہت چھوٹا بچہ ہو، جو پہلے شوہر سے لائی ہو،

---

(۱)۔:فلو قدر لها عشرة دراهم نفقة شهر فمضى الشهر وبقي منها شيء يفرض لها عشرة أخرى بخلاف ما إذا أسرفت فيها أو سرقت أو هلكت قبل مضي الوقت لا يقضي بأخرى ما لم يمض الوقت .(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: فى الإ براء ...إلخ، ۵/ ۳۰۶)

اگر ان کو شوہر روکنا چاہے تو روک سکتا ہے، عورت کو اس کا اختیار نہیں کہ خواہ مخواہ اُسے وہاں رکھے۔

رہائش کی کیفیت

رہائش امیروں والی مہیّا کرنی ہو گی یا غریبوں والی، اس میں تفصیل یہ ہے کہ یہاں چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر شوہر و زوجہ دونوں مالدار ہوں تو رہائش مالداروں کی طرح واجب ہے۔

دوسری صورت: دونوں محتاج (تنگ دست) ہوں تو محتاجوں کی سی واجب ہے۔

تیسری صورت: عورت مالدار اور شوہر محتاج ہو۔

چوتھی صورت: شوہر مالدار اور عورت محتاج ہو تو آخر الذکر دونوں صورتوں میں متوسط درجے کی رہائش کا انتظام و انصرام واجب ہے یعنی محتاج کی طرح رہتے ہوں اُس سے اچھی رہائش اور اغنیا کی طرح رہن سہن ہو تو اُس سے کم درجہ کی رہائش واجب ہے۔

چنانچہ علاّمہ علاء الدّین حصکفی حنفی [۱۰۸۸ھ] "درِّ مختار" میں لکھتے ہیں:

(۳۵)....زوجہ کو رہائش کے لیے ایک ایسا کمرہ دینا شوہر پر واجب ہے جو شوہر کے دیگر اہلِ خانہ سے خالی ہو، ہاں! شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ جو ہمبستری کو سمجھ نہیں سکتا وہ ساتھ رہ سکتا ہے اور اس کمرے میں بیوی کے گھر والے بھی نہیں رہ سکتے اگرچہ اس کا پہلے شوہر سے چھوٹا بچہ ہو۔

(۳۶)....اور جس طرح کھانے اور لباس میں دونوں کے حال کا لحاظ کیا گیا، رہائش میں بھی اس کا لحاظ کیا جائے گا۔

(۳۷)....اور گھر میں علیحدہ کمرہ ہو، جس کا دروازہ بند ہو سکتا ہو۔

اور رہائش میں کمرے کے ساتھ کچن اور بیت الخلاء بھی ہونا چاہیئے۔ [1]

اور علامہ شامی علیہ الرّحمہ ماتن کے قول: '' وہ کمرہ شوہر کے دیگر اہلِ خانہ سے خالی ہو'' کے تحت رقم طراز ہیں:

(۳۸)....ہاں! اگر زوجہ دیگر اہلِ خانہ کے ساتھ خود رہنا چاہے تو رہ سکتی ہے کہ یہ اپنا حق خود ساقط کرنے پر راضی وخوش ہے۔ [2]

اور علامہ شامی علیہ الرّحمہ ماتن کے قول: '' رہائش میں دونوں حال کا لحاظ کیا جائے گا'' کے تحت فرماتے ہیں:

(۳۹)....اس سے مراد امیری و غریبی میں دونوں کے حال کا لحاظ کیا جائے گا، پس امیروں کی رہائش، غریبوں کی رہائش کی طرح نہیں ہو سکتی، البتہ دونوں میں جب ایک غنی، دوسرا فقیر ہو (جسے ہم نے تیسری اور چوتھی صورت بنایا ہے) تو اس کا حکم گزر چکا کہ کھانے اور لباس میں درمیانے درجے کا عورت کے لیے واجب ہے۔ [3] (یہاں بھی وہی حکم ہے جیسا کہ اوپر تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔)

اور عمدۃ المحققین علامہ شامی قدّس سرّہ السّامی ،ماتن کے قول :''علیحدہ

---

(۱)۔:تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله سوى طفله الذي لا يفهم الجماع (وأهلها) ولو ولدها من غيره (بقدر حالهما) كطعام وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق. زاد في الاختيار والعيني: ومرافق، ومراده لزوم كنيف ومطبخ، وينبغي الإفتاء به۔ملخّصاً۔(الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، ۵/ ۳۲٤)

(۲)۔:(قوله خال عن أهله إلخ) إلا أن تختار ذلك؛ لأنها رضيت بانتقاص حقها..... ملخصاً۔ (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: فی مسکن الزوجة ...إلخ، ۵/ ۳۲٤)

(۳)۔:(قوله بقدر حالهما) أي في اليسار والإعسار، فليس مسكن الأغنياء كمسكن الفقراء كما في البحر؛ لكن إذا كان أحدهما غنيا والآخر فقيرا؛ فقد مر أنه يجب لها في الطعام والكسوة الوسط.(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: فی مسکن الزوجة ...إلخ، ۵/ ۳۲۵)

کمرہ'' کے تحت راقم ہیں:

(۴۰)....رات گزارنے کے لیے عورت کا علیحدہ خاص کمرہ ہو، جس میں دیگر اہلِ خانہ میں سے کوئی اور اس کے ساتھ نہ ہو۔ (۱)

اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہے یعنی اپنی سَوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اُس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور بند کر سکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اُس کو اختیار نہیں بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ رہا یہ امر کہ پاخانہ (بیتُ الخلاء)، غسل خانہ، باورچی خانہ بھی علیحدہ ہونا چاہیے، اس میں تفصیل ہے اگر شوہر مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضروریات ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے، اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔ (۲)

اور علامہ شامی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: رہائش میں اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پڑوسی صالحین ہوں کہ فاسقوں میں خود بھی رہنا اچھا نہیں نہ کہ ایسے مقام پر عورت کا ہونا اور اگر مکان بہت بڑا ہو کہ عورت وہاں تنہا رہنے سے گھبراتی اور ڈرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی نیک عورت رکھے جس سے دل بستگی ہو یا عورت کو کوئی دوسرا مکان دے جو اتنا بڑا نہ ہو اور اُس کے ہمسایہ نیک لوگ ہوں۔ (۳)

---

(۱)۔:(قوله وبيت منفرد) أي ما يبات فيه؛ وهو محل منفرد معين قهستاني. والظاهر أن المراد بالمنفرد ما كان مختصا بها ليس فيه ما يشاركها به أحد من أهل الدار۔(أيضاً)

(۲)۔:بہارِ شریعت، نفقہ کا بیان،۸/272

(۳)۔:قالوا للزوج أن يسكنها حيث أحب ولكن بين جيران صالحين ...... الحاصل أن

بعدِ طلاق گھر میں عدّت گزارنے دینا اور ایّامِ عدّت کا خرچہ دینا

نیز بیوی کے حقوقِ فرائضہ وواجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ طلاق دینے کے بعد شوہر پر لازم ہے کہ اُسے اپنے گھر میں عدّت پوری کرنے دے۔

چنانچہ طلاق دینے والے شوہروں کو اور اُن کی مُعتدّہ عورتوں کو اللہ تعالی کا حکم ہے:﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ ﴾ (۱)

ترجمہ: اور اپنے ربّ اللہ سے ڈرو، عِدّت میں انہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔(کنزالایمان)

مفسّرِ شہیر حضرت علامہ مفتی سیّد نعیم الدّین مراد آبادی علیہ الرّحمہ، متوفی ۱۳۹۱ھ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''عورت کو عِدّت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے اور نہ شوہر کو جائز ہے کہ مُطلّقہ کو عِدّت میں گھر سے نکالے اور نہ عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا روا'' (خزائن العرفان)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① ﴾ (۲)

الإفتاء بلزوم المؤنسة وعدمه يختلف باختلاف المساكن ولو مع وجود الجيران، فإن كان صغيراً كمساكن الربوع والحيشان فلا يلزم لعدم الاستيحاش بقرب الجيران، وإن كان كبيرا كالدار الخالية من السكان المرتفعة الجدران يلزم لا سيما إن خشيت على عقلها۔ملخّصاً۔(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب: في الكلام على المؤنسة ، ٥/ ٣٢٨)

(١)۔۔:[سوة الطّلاق: ٦٥/ ١]

(٢)۔۔:[سوة الطّلاق: ٦٥/ ١]

ترجمہ: اور یہ اللہ کی حدّیں ہیں، اور جو اللہ کی حدّوں سے آگے بڑھا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔(کنزالایمان)

معتدّہ (عدّت گزارنے والی) کو گھر سے نکالنے کی اجازت

ہاں "اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں کو اِیذاء دے تو اس کو نکالنا جائز ہے؛ کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔

چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ﴾[1]

ترجمہ: مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔(کنزالایمان)

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اَلْفَاحِشَةُ الْمُبَیَّنَةُ (صریح بے حیائی کی بات) یہ ہے کہ عورت مرد کے گھر والوں سے فحش بکے اور انہیں اِیذاء دے۔[2]

اور دوسری روایت میں ہے، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر میں فرمایا: اس فرمان کا مطلب اپنے اہل سے فحش گوئی ہے، پس جب اُن سے فحش بکے تو اُن کے لئے اُس عورت کو نکالنا حلال ہے۔[3]

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی، شوہر کے گھر والوں سے فحش بکنا اور ان کو اِیذا دینا (مراد) ہے۔[4]

---

(١)--:[سوة الطّلاق: ٦٥/ ١]

(٢)--:[قال ابن عباس رضی الله تعالی عنه]اَلْفَاحِشَةُ الْمُبَيِّنَةُ أَنْ تَفْحَشَ الْمَرْأَةُ عَلىٰ أَهْلِ الرَّجُلِ وَتُؤْذِيْهِمْ.

(٣)--:[عنه وفی روایة] أَنْ تَبْذُوَ عَلىٰ أَهْلِهَا فَإِذَا بَذَتْ عَلَيْهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ إِخْرَاجُهَا.

(٤)--:[عنه وفی روایة أخری هُوَ الْبَذَاءُ عَلىٰ أَهْلِ زَوْجِهَا. (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب

معتدّہ کو نکلنے کی اجازت:

اگر شوہر نے اسے طلاق بائن یا مُغلَّظہ دی ہو اور وہ فاسق ہو جس سے اُس عورت کے ساتھ بد فعلی کا خوف ہو اور وہاں کوئی ایسا نہ ہو جو اُس کی نیتِ بد کو روک سکے تو ایسی صورت میں وہ عورت اُس مکان سے نکل جائے کیونکہ یہ عُذر ہے پھر جس مکان میں منتقل ہوئی وہاں سے نہ نکلے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد خود اس مکان سے نکل جائے اور عورت کو وہیں عِدّت گزارنے کے لئے چھوڑ دے کیونکہ عورت پر عِدّت والے گھر میں ٹھہرنا واجب ہے اور اُس پر واجب نہیں۔ اسی لئے بہتری اسی میں ہے کہ مرد گھر چھوڑ دے۔

مُحقّق علی الاطلاق امام ابن ھمام حنفی، متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: مگر جب شوہر فاسق ہو تو اس وقت عورت عِدّت کے گھر سے نکل سکتی ہے؛ کیونکہ یہ عُذر ہے اور بہتر یہ ہے کہ شوہر ہی نکل جائے۔[1]

اسی طرح اگر گھر میں کوئی اور نہیں اور مکان آبادی کے کنارے پر ہو اور اُسے وہاں جان یا مال کا خوف ہو یا صرف تنہا رہنے سے خوف کھاتی ہو، اس صورت میں بھی مکان بدلنے کی اجازت ہو گی۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ ”اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا فرماتی ہیں: فاطمہ بنت قیس مکانِ وحشت میں تھیں تو اس کے آبادی کے کنارے پر ہونے پر خوف کیا گیا، پس اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکان بدلنے کی اجازت عنایت فرمائی۔[2]

العدة، باب ماجاء فی قول الله عَزَّوَجَلَّ: {إِلاَّ اَنْ يَّاتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ}، ۷/ ۷۰۸.۷۰۹، الحديث: ۱۵٤۸۵)

(۱)۔۔: إلا أن يكون فاسقاً فحينئذ تخرج لأنه عذر والأولى أن يخرج هو. (فتح القدير شرح الهداية، المجلد(٤)، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل، ص٦٧)

(۲)۔۔: أَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِيْ مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيْفَ عَلىٰ نَاحِيَتِهَا فَلِذٰلِكَ أَرْخَصَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ .

اور فاطمہ بنت قیس کو ان کے شوہر نے یمن جاتے ہوئے بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں اور رسول اللہ انے تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھالہذا وہ مُطلّقہ مُغلَّظہ تھیں اور شوہر ان کے پاس نہ تھے۔

لہذا عذر پائے جانے کی صورت میں مطلّقہ بائنہ کو مکان بدلنے کی شرعاً اجازت دی گئی ہے۔

نئے مکان کے تعیّن کا اختیار

مگر نئے مکان کے تعیّن کا اختیار شوہر کے پاس رہے گا جیسا کہ علامہ علاء الدّین حصکفی حنفی، متوفی ۱۰۸۰ھ لکھتے ہیں: طلاق میں (عورت اس مکان کی طرف منتقل ہوگی) جہاں شوہر چاہے۔[۱]

اور علامہ سیّد ابن عابدین شامی حنفی، متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: طلاق بائنہ میں دوسرے مکان کے تعیّن کا اختیار شوہر کو ہے۔[۲]

نیا مکان قریب ہو یا دُور

مُعتدّہ اگر مُطلّقہ بائنہ یا مُغلَّظہ ہو اور کسی شرعی عذر کی بنا پر اُسے مکان بدلنا پڑے تو ضروری نہیں کہ وہ مکان قریب ہی ہو دُور بھی لیا جاسکتا ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: مکان مُنہدم ہونے کی صورت میں عِدّتِ وفات میں زیادہ قریب جگہ کی طرف عورت کا منتقل ہونا متعین ہوگا اور عِدّتِ طلاق میں جہاں عورت چاہے۔[۳]

(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب العدة، باب ماجاء فی قول الله عَزَّوَجَلَّ: { اِلاَّ اَنْ یَّأْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ}، ۷/ ۷۱۲، الحدیث: ۱۵۴۹۵)

(۱)۔۔:وفی الطلاق إلی حیث شاء الزّوج. (الدرمختارشرح تنو یر الأبصار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل: فی الحداد، ۳/ ۵۳۷)

(۲)۔۔:وتعیین المنزل الثّانی للزّوج فی الطلاق. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل: فی الحداد، مطلب :الحق أن علی المفتی الخ، ۳/ ۵۳۷)

(۳)۔۔: عیّن إنتقالها إلی أقرب المواضع مما انهدم فی الوفاة و إلی حیث شاء ت فی الطلاق . (فصل: فی الحداد، ص۵۳۷)

اور جس مکان کی طرف منتقل ہو جائے پھر اسے نہ چھوڑے عِدّت وہیں پوری کرے چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی، متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور حکم اس مکان کا جس کی طرف عورت شرعی عذر کی وجہ سے منتقل ہوئی اصل رہائش وہی ہے پھر وہاں سے نہ نکلے۔(۱)

معتدّہ کس صورت میں نفقہ کی مستحق ہے اور کب نہیں؟

شریعتِ مطہّرہ کی رُو سے حالتِ عدّت میں عورت نفقہ کی مستحق ہے اور جو عورت اپنے شوہر کی اجازت اور ر رضامندی کے بغیر گھر سے چلی جائے اور اس بناء پر شوہر نے اُسے طلاق دے دی ہو تو اب وہ عدت کے نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی۔

اور جب بیوی شوہر کی نافرمانی کرکے گھر سے چلی گئی پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی تو اس عورت کے لیے خرچہ اور رہائش اس وقت ثابت ہو گی جب وہ (عدت میں) اپنے شوہر کے گھر واپس آجائے۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی۱۱۶۱ھ اور جماعتِ علمائے ہند ارشاد فرماتے ہیں: طلاق کی عدّت والی عورت خرچے اور رہائش کی مستحق ہو گی خواہ طلاقِ ثلاثہ یا طلاقِ رجعی ہو یا بائنہ ،چاہے عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔اسی طرح "فتاوی قاضی خان" میں ہے۔(۲)

---

(۱)۔۔:وحكم ما إنتقلت إليه حكم المسكن الأصلي فلاتخرج منه "بحر". (ردالمحتار على الدر المختار، المجلد(۳)، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل: فی الحداد، ص۵۳۷)

(۲)۔۔:المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا، أو ثلاثا حاملا كانت المرأة، أو لم تكن كذا في "فتاوى قاضي خان".(الفتاوى الهندية:كتاب الطلاق،الباب السابع عشر فی

البتہ اگر شوہر کے گھر میں عدت نہیں گزارتی تو بیوی ایامِ عدّت کے خرچے کی مستحق نہیں ہو گی، اس بارے میں علامہ نظام الدین حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ اور جماعۃ علمائے ہند ارشاد فرماتے ہیں: اور اگر عورت نافرمان ہو تو وہ نفقہ کی مستحق نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ شوہر کے گھر لوٹ آئے اور نافرمان سے مراد وہ عورت جو شوہر کے روکنے کے باوجود اس کے گھر سے چلی گئی ہو اور جب وہ عورت نشوز اور نافرمانی کو ترک کر دے تو اب نفقہ کی حقدار ہو گی۔[۱]

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفیٰ ۱۲۵۲ھ نے لکھا:" آزاد عورت جب شوہر کی نافرمانی کرے پھر شوہر اسے طلاق دے دے تو اس عورت کے لیے خرچہ اور رہائش اس وقت ثابت ہو گی جب وہ (عدت میں) اپنے شوہر کے گھر واپس آجائے۔[۲]

اور صدر الشریعۃ، حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جو عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلے جایا کرتی ہے اس بناء پر اُسے طلاق دیدی تو عدت کا نفقہ نہیں پائے گی ہاں! اگر بعدِ طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پائے گی۔[۳]

النفقات ، الفصل الاول،١/ ٥٤٠ : مطبوعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعةالأولى:١٤٢٣ھ.٢٠٠٢م)

(١)۔۔وَإِنْ نَشَزَتْ فَلَا نَفَقَةَ لها حتى تَعُودَ إِلَى مَنْزِلِهِ وَالنَّاشِزَةُ هِيَ الْخَارِجَةُ عن مَنْزِلِ زَوْجِهَا الْمَانِعَةُ نَفْسَهَا منه وإذا تَرَكَتْ النُّشُوزَ فَلَهَا النَّفَقَةُ. (الفتاوى الهندية :كتاب الطلاق،الباب السابع عشر فى النفقات ، الفصل الأول،١/ ٥٤٠: مطبوعة: دارالمعرفة،بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ھ ٢٠٠٢م)

(٢)۔۔أن الحرّة إذا نشزت فطلّقها زوجها فلها النّفقة والسّكنى إذا عادت إلى بيت الزّوج " (ردالمحتار على الدرالمختار،كتاب الطلاق ، مطلب فى بيع العبد لنفقة زوجته ، تحت قوله بخلاف حرة نشزت ،٥/ ٣٢٣، مطبوعه:دارالمعرفة ، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ)

(۳)۔۔:(بہارشریعت، کتاب الطلاق، نفقہ کا بیان، ۲۲/۲۶۳۲۶۳، حصہ:۸، مکتبۃ المدینہ، کراچی، پاکستان)

رزقِ حلال مہیّا کرنا

بیوی کے حقوقِ فرائضہ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اسے حلال کھلائے، حرام نہ کھلائے ؛ کیونکہ اللہ عزّوجلّ کا ارشادِ گرامی ہے:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی سُتھری چیزیں۔(کنزالایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝۶﴾ (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرّے فرشتے مقرّر ہیں، جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔(کنزالایمان)

خوب ظاہر و باہر ہے کہ جب اپنے اہل و عیال کو لقمۂ حرام کھلائے گا تو اللہ تعالی کے حکم کو نہ مان کر بیوی بچوں کو دوزخ کے راستہ کا مسافر بنائے گا۔

اور حرام کھانے والا دوزخ کا حقدار ہے: چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبیّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس جسم کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے، وہ جنّت میں نہیں جاسکے گا بلکہ حرام مال سے پرورش پانے والا ہر جسم، جہنم کا حقدار ہے۔ (۳)

---

(۱)۔۔:[البقرة:۲/ ۱۷۲]

(۲)۔۔:[التحریم:٦٦/ ٦]

(۳)۔۔:وعن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ

اور حضرت عائشہ صدّیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جسم جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی، وہ جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (۱)

اور پھر کل بروزِ قیامت بیوی بچے حرام کھلانے والے کی گردن پکڑ کر دربارِ الٰہی میں عرض کریں گے: یا اللہ! یہ ہمیں حرام کھلاتا رہا، ہمیں معلوم نہیں تھا، لہٰذا ہمیں اس سے ہمارا حق دلایا جائے۔ اس مطالبہ پر ان کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا (اور بیوی بچوں کو خاوند اور باپ سے حق دلا دیا جائے گا۔) (۲)

اے میرے مسلمان بھائی! ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر سوچ کہ جن کی خاطر تو حرام کماتا رہا وہی قیامت کے دن تیری گردن پکڑیں، کیا یہ عقلمندی ہے؟ ... ہوش کے ناخُن لے، کیا تجھے محبّتِ دنیا نے اس قدر اندھا کر دیا؟..... اور دوسری جانب تجھے تیرا ربّ عَزَّوَجَلَّ، جس نے تجھے پیدا کیا، پکار رہا ہے: "قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا"، (اپنے اہلِ خانہ کو نارِ جہنم سے بچاؤ) اور تو انہیں جہنم میں دھکیل رہا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ.

سُحْتٍ، وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ . رواه أحمد والدارمي والبيهقي في شعب الإيمان۔(كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، مشكاة المصابيح، ١/ ٥١٥، الحديث: ٢٧٧٢)

(١)۔۔:عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِحَرَامٍ (الترغيب والترهيب، باب الترهيب من أكل الحرام ولبس الحرام، ٢/ ٤٢، الحديث: ١١١٤)

(٢)۔۔:يا ربنا خذ لنا بحقنا منه فإنه ما علمنا ما نجهل وكان يطعمنا الحرام ونحن لا نعلم فيقتص لهم منه(إحياء علوم الدين،كتاب آداب النكاح،٢/ ٣٣)

واجب نمبر5:
امر بالمعروف ونہی عن المنکر

بیوی کے حقوقِ فرائضۃ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اسے نیکی کی تلقین کرتا رہے اور بُرائی سے منع کرتا رہے ،اُسے طہارت ، نماز, روزہ اور حیض ونفاس کے مسائل سکھائے اور اسے صوم وصلاۃ کا پابند بنا کر نارِ جہنم سے بچائے۔

چنانچہ اللہ جَلَّ وعَلا حکم فرماتا ہے : ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝۶﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرّے فرشتے مقرّر ہیں، جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

ہر مسلمان پر اپنے اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم وتربیت لازم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم وتربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو اسلامی احکامات کی تعلیم دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے تاکہ یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

---

(۱)۔۔۔:التحریم:٦٦/ ٦

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔“(۱)

اور حضرت عمرو بن شعیب، اپنے والد اور وہ اپنے دادا رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے روایت کرتے ہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر الگ کر دو۔“(۲)

---

(۱)۔۔:أَنَّ عَبْدَ اللهَّ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» قَالَ: - وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ - «وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»۔(صحیح البخاری ، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ۱/ ۲۱۲، الحدیث: ۸۹۳)

(۲)۔۔:عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ (ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة؟، ۱/ ۲۰۸،

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) جگائے، اگر وہ نہ اُٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کے وقت اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔[(۱)]

لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے اہلِ خانہ کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اور امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔[(۲)]

بیوی کو نماز کی تلقین کرنا
نیز یہ سنّتِ انبیا علیہم الصّلاۃ والسّلام ہے

خاوند پر لازم ہے کہ اُسے نماز کا حکم دے۔

چنانچہ اللہ جلّ شانُہٗ فرماتا ہے: ﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾[(۱)]

الحدیث: ٤٩٥)

(۱)۔۔:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ، نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَإِنْ أَبَى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابو داؤد، کتاب التطوّع، باب قيام الليل، ٢/ ٤٨، الحديث: ١٣٠٨)

(۲)۔۔:(فتاویٰ رضویہ، کتاب الحضر والاباحت، ۲۴/ ۳۷۹)

ترجمہ: اور (حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام) اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا (تھا) اور اپنے رب کو پسند تھا۔ (کنزالایمان)

اور اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے: ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (۲)

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔ (کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں مُفسّر علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۲۷ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم! جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔ (۳)

اور حضرت ابو سعید خدری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں: "جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آٹھ ماہ تک حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے: "اَلصَّلَاةَ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"۔ یعنی، اللہ تم پر رحم فرمائے۔ نماز ادا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم اہلِ بیت سے ناپاکی دُور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔ (۴)

---

(۱)۔۔:[مریم: ۱۹/ ۵۵]

(۲)۔۔:[سورۃ طه: ۲۰/ ۱۳۲]

(۳)۔۔:وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ يعنى كما امرناك بالصلاة فأمر أنت أهل بيتك وَاصْطَبِرْ عَلَيْها وداوم أنت وهم عليها (روح البيان، طه، تحت الآية: ۱۳۲، ۵/ ۴۴۸)

(٤)۔۔:عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ نَزَلَتْ: " {وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا} [طه: ۱۳۲] ، كَانَ يَجِيءُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَابِ عَلِيٍّ صَلاةَ الْغَدَاةِ ثَمَانِيَةَ أَشْهُرٍ، يَقُولُ: الصَّلاةُ رَحِمَكُمُ اللهُ {إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

اور حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ”جب حضور اقدّس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ خانہ پر کوئی تنگی آتی تو آپ انہیں نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے پھر مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تلاوت فرماتے۔[1]

اور حضرت سیّدنا جعفر بن سلمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو فرماتے ہوئے سُنا: جب حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ خانہ کو کوئی حاجت پہنچتی تو آپ اپنے اہلِ خانہ کو ندا فرماتے: اے اہلِ خانہ! نماز پڑھو، نماز پڑھو۔[2]

بیوی کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے روکنا

خاوند پر لازم ہے کہ اُسے بن ٹھن کر میک اپ کر کے خوشبو لگا کر گھر سے باہر جانے سے روکے، البتہ ایسی خوشبو لگا سکتی ہے، جس کی مہک چھپی ہو۔

چنانچہ حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی بدکار ہے۔[3]

حدیثِ مذکور کی تشریح میں حکیمُ الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی، متوفی ۱۳۹۱ھ رقم طراز ہیں: کیونکہ وہ اس خوشبو کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی

الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: ٣٣] "(إبن عساكر، حرف العين، حرف الطاء فی آباء من اسمه علی، علی بن ابی طالب... إلخ، ٤٢ / ١٣٦)

(١)۔۔:عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا نَزَلَ بِأَهْلِهِ الضِّيقُ أَمَرَهُمْ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ قَرَأَ: {وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا} معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١ / ٢٥٨، الحديث: ٨٨٦)

(٢)۔۔:جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْ أَهْلَهُ خَصَاصَةٌ نَادَى أَهْلَهُ: «يَا أَهْلَاهُ صَلُّوا صَلُّوا (الزهد لابن حنبل، ص:٣٥ الحديث: ٤٩

(٣)۔۔:وَالمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا» يَعْنِي زَانِيَةً (سنن الترمذي، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، ٣/ ٤٣٢، الحديث: ٢٧٨٦)

ہے، چونکہ اسلام نے زنا کو حرام کیا اس لیے زنا کے اسباب سے روکا، طاعون سے بچنے کے لیے چوہے مارے جاتے ہیں۔ بخار روکنے کے لیے زکام دفع کیا جاتا ہے، فی زمانہ چونکہ زنا عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے اسباب زنا بھی شائع ہیں۔ (۱)

اور حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس سے ایک عورت گزری، اس سے خوشبو آ رہی تھی، آپ نے دریافت فرمایا: ''اے اَمَۃُ الْجَبَّار! کہاں کا ارادہ ہے؟'' وہ بولی: ''مسجد کا۔'' استفسار فرمایا: ''اس لئے خوشبو لگائی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' ارشاد فرمایا: واپس جا اور اسے دھو ڈال (کیونکہ) میں نے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو نماز کے لئے خوشبو لگا کر مسجد جائے جب تک کہ وہ واپس جا کر اُسے غسلِ جنابت کی طرح دھو نہ دے۔'' (۲)

اور حکیم الاُمّت علیہ الرّحمہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھر میں خوشبو لگانا منع نہیں جب کہ وہ اجنبی مردوں کو نہ پہنچے... یعنی خوشبو اگر سارے بدن پر ملی ہوئی ہے تو اس قدر مل کر نہائے جیسے جنابت میں نہاتی ہے تاکہ خوشبو کا اثر بالکل جاتا رہے تب نماز کو آئے۔ (۳)

اور یہ بات یاد رہے کہ فی زمانہ عورتوں کے لیے حاضریِ مسجد ممنوع ہے، اس

---

(۱)۔۔:(مرأة المناجيح، باب الجماعة وفضلها، دوسری فصل، ۲/ ۱۶۳)

(۲)۔۔:لَقِيَ أَبُو هُرَيْرَةَ امْرَأَةً مُتَطَيِّبَةً، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدِينَ يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ؟ قَالَتِ الْمَسْجِدَ، قَالَ: وَلَهُ تَطَيَّبْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: ارْجِعِي فَاغْتَسِلِي، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ تُرِيدُ الْمَسْجِدَ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ، وَلَا كَذَا، وَلَا كَذَا حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ ـ (مسند الحميدي، أحاديث أبي هريرة رضي الله عنه، ۲/ ۱۹۶، الحديث: ۱۰۰۱)

(۳)۔۔:(مرآۃ المناجیح، باب الجماعۃ وفضلہا، دوسری فصل، ۲/ ۱۶۳)

مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لیے "فتاوی رضویہ" کا مطالعہ کیجئے۔

نیز حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا فرماتی ہیں: ایک روز ہمارے درمیان حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اسی دوران قبیلہ مزینہ کی ایک عورت آراستہ پیراستہ اِتراتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اپنی عورتوں کو بھڑکیلے اور خوشبو دار لباس پہن کر مسجد جانے سے روکو کہ بنی اسرائیل کی عورتوں نے خوبصورت لباس پہنا اور مسجد میں خوشبو لگا کر حاضر ہوئیں تو بنی اسرائیل دھتکار دیئے گئے۔ (۱)

صاحبو! غور کرنے کا مقام ہے کہ جب خوشبو لگا کر مسجد کی طرف جانے والیوں کے لیے یہ وعید ہے تو پھر خوشبو لگا کر بن سنور کر آراستہ و پیراستہ ہو کر میک اپ کر کے بازاروں اور شادی بیاہ میں جانے کی کیا سزا ہو گی۔

البتہ خواتین وہ خوشبو لگا سکتی ہیں، جس کی مہک پھیلتی نہ ہوں، اس بارے میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ

---

(۱)۔۔:عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ، وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتَّى لَبِسَ نِسَاؤُهُمُ الزِّينَةَ، وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ۔(سنن ابن ماجه، ابوب الفتن، باب فتنة النساء، ، ٤/ ٣٩٧، حديث: ٤٠٠١)

مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک ظاہر ہو رنگت چھپی رہے اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو، مہک چھپی ہوئی ہو۔ (۱)

چنانچہ حدیثِ مذکور کی تشریح میں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان حنفی نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ رقم طراز ہیں: جیسے گلاب، مُشک، عنبر اور کافور وغیرہ مرد کے لیے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے۔ خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخور لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لیے نہ آئے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے۔ (۲)

نیز شوہر پر لازم ہے کہ اسے شرعی لباس کی تلقین کرے، غیر شرعی لباس سے منع کرے۔ پردے کا حکم دے، غیر محرموں کے ساتھ بے تکلف ہونے سے منع کرے۔

عقائدِ اہلِ سنّت کی تلقین کرنا

نیز بیوی کے حقوقِ فرائضہ واجبہ میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اسے عقائدِ اہلِ سنت وجماعت کی تلقین کرتا رہے کہ عقائد اہلِ سنّت وجماعت کے بغیر ٹھکانا جہنم ہے اور شوہر کو حکم ہے کہ اسے نارِ جہنم سے بچائے۔

چنانچہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرّحمہ [۵۰۵ھ] لکھتے ہیں: شوہر کو یہ حکم

---

(۱)۔۔: وَإِنَّ طِيبَ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَوْنُهُ أَلَا إِنَّ طِيبَ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَلَمْ يَظْهَرْ رِيحُهُ (سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب ما يكره من ذكر الرجل ما يكون من إصابته أهله، ٢/ ٢٣٢، حديث: ٢١٧٤)

(۲)۔۔: (مرآۃ المناجیح، باب الترجل، کنگھی کرنے کا بیان، دوسری فصل، ۶/ ۱۲۷)

ہے کہ بیوی کو جہنم کی آگ سے بچائے؛ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نارِ جہنّم سے بچاؤ، لہذا بیوی کو اہلِ سنت کے عقائد کی تلقین کرنا واجب ہے اور اگر بیوی نے کسی بدعت پر کان لگائے ہوں تو اسے اس کے دل سے ختم کرنا لازم ہے اور اگر وہ دین کے معاملے میں سستی کرے تو اسے اللہ تعالی کا خوف دلانا لازم ہے۔ (۱)

اور امام احمد رضا خان علیہ الرّحمہ والرّضوان رقم طراز ہیں: بدیہاتِ دینیہ (دین میں بالکل واضح باتوں میں) سے ہے کہ اوّلاً عقائدِ اسلام و سنّت پھر احکامِ صلوٰۃ و طہارت وغیرہا ضروریاتِ شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے۔ (۲)

درستی عقیدہ ذریعہ نجات ہے

عقلمند پر پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدے اہلِ سنّت وجماعت کے مطابق کرے کہ اعتقاد کی درستی ہی ذریعۂ نجات ہے۔

چنانچہ سیّدنا امام ربّانی حضرت خواجہ مجدّدِ الفِ ثانی قدّس سرّہ النّورانی نے فرمایا: سعادت و نجات کے نشان والے آدمی کے لیے ضروری (فرض وواجب) ہے کہ اپنے عقائد فرقۂ ناجیہ اہلِ سنّت وجماعت جو سوادِ اعظم اور جمّ غفیر ہیں یعنی بڑا گروہ ہیں، کے موافق درست کرے تاکہ آخرت کی نجات اور خلاصی متصوّر ہو سکے۔ خبثِ اعتقاد یعنی بد اعتقادی جو اہلِ سنّت وجماعت کے مخالف ہے، زہرِ قاتل ہے، جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب وعتاب تک پہنچا دیتی ہے۔ عمل کی سُستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقادی سُستی میں مغفرت کی گنجائش نہیں۔ (چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:)

---

(۱)۔۔:فإنه أمر بأن يقيها النار بقوله تعالى: {قوا أنفسكم وأهليكم نارا} ف عليه أن يلقنها اعتقاد أهل السنة ويزيل عن قلبها كل بدعة إن استمعت إليها ويخوفها في الله إن تساهلت في أمر الدين (احياء علوم الدّين، كتاب آداب النكاح، ٢/ ٤٨)

(۲)۔۔:(فتاوی رضویہ، کتاب الحضر والاباحت، مسائلِ سماع، ۲۴/ ۱۵۸)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ [النساء: ٤/ ١١٦]

ترجمہ : اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (کنزالایمان) (۱)

اور آپ علیہ الرّحمہ اسی مکتوب کے آخر میں اہمیتِ عقیدہ کے پیشِ نظر یہ دعا ارشاد فرماتے ہیں: اللّٰھُمّ ثَبِّتْنَا عَلٰی مُعْتَقَدَاتِ أَھْلِ السُّنّۃِ و الجَماعَۃِ و أَمِتْنا فِی زُمْرَتِھِم و احْشُرْ نا مَعَھُم۔ (۲)

ترجمہ: یااللہ! ہمیں اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں انہی کے گروہ میں موت دے اور ہمارا حشر بھی انہیں کے ساتھ فرما۔(از نعیمی)

عقائدِ اہلِ سنّت و جماعت کو جاننے کے لیے امامِ ربّانی قدّس سرّہ النّورانی کے درجن صفحات پر مشتمل "مکتوب نمبر: ٦٧" اور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرّحمہ کی "بہارِ شریعت" کے "حصّہ اوّل" کا مطالعہ ضروری اور مفید ہے۔

امر و نہی کے اعتبار سے چند باتیں میں نے ذکر کیں، اس کے علاوہ بھی جن کے کرنے کا حکم ہے، شوہر پر لازم ہے کہ اُن کا حکم دے اور جن سے بچنے کا حکم ہے ،اس پر واجب ہے کہ اُن سے منع کرے۔

بحمد اللہ تعالی شوہر پر واجب پانچ (۵) حقوق کی تفصیل پوری ہوئی، جو میں نے قرآن وحدیث اور کُتُبِ فقہ سے تلاش کیے ہیں۔

اسی طرح بیوی پر بھی شوہر کے حقوق واجب ہیں (۳) بلکہ بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں۔

---

(۱)۔۔:(مکتوباتِ امام ربانی۔ مترجم، مکتوب:٦٧، ۲/ ۲۰۴)ناشر: شبیر برادرز، لاہور، سنّ اشاعت: ۲۰۰۷م-۱۴۲۸ھ
(۲)۔۔: (أیضاً، ۲/ ۲۱۵)
(۳)۔۔: ان شاء اللہ تعالی دوسرے حصّہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں گے۔ ۱۲ منہ

میاں بیوی میں سے جو بھی بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہو گا۔

چنانچہ امام اہلِ سنّت علیہ رحمۃ ربّ العزّت لکھتے ہیں: زن و شوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوقِ کثیرہ (بہت سارے حقوق) واجب ہیں ان میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہو گا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے جیسے عورت کانان و نفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئیگی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے، مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادانہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن و شوہر برابر ہیں ہاں! شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد و آکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، ذلک (بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ) ترجمہ: اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔[1]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصّواب

کتبہ مفتی مہتاب احمد نعیمی

صدّقہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

رئیس دار الإفتاء

جمعية إشاعة أهل السنة (باكستان)

ماخذ و مراجع

(۱)۔۔: (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحضر والاباحت، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ۲۴/ ۳۹۱)

(١) إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة لأبى العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: ٨٤٠هـ)، المحقق: دار المشكاة للبحث العلمي بإشراف أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار النشر: دار الوطن للنشر، الرياض، الطبعة: الأولى، ١٤٢٠ هـ - ١٩٩٩ م

(٢) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،لعلاء الدين، أبى بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: ٥٨٧هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الثانية، ١٤٠٦هـ - ١٩٨٦م

(٣) إحياء علوم الدين لأبى حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: ٥٠٥هـ)، الناشر: دار المعرفة - بيروت

(٤) البحر الرائق شرح كنز الدقائق لزين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: ٩٧٠هـ)، الناشر: دار الكتاب الإسلامي

(٥) الترغيب والترهيب من الحديث الشريف لعبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله، أبو محمد، زكي الدين المنذري (المتوفى: ٦٥٦هـ)، المحقق: إبراهيم شمس الدين،الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، ١٤١٧

(٦) التفسير المظهري لمحمد ثناء الله،المحقق: غلام نبي التونسي،الناشر: مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: ١٤١٢ هـ

(٧) التفسيرات الأحمدية فى بيان الآيات الشرعية لأحمد المعرف بملاّجيون حنفى (متوفى١١٣٠ ه)، طبع: بشاور

(٨) التيسير بشرح الجامع الصغير لزين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: ١٠٣١هـ)، الناشر: مكتبة الإمام الشافعي – الرياض، الطبعة: الثالثة، ١٤٠٨هـ - ١٩٨٨م

(٩) تاريخ الخلفاء لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة الأولى: ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م

(١٠) الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه المعروف بصحيح البخاري لإمام محمد بن إسماعيل أبى عبدالله البخاري (متوفى: ٢٥٥ھ)،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، ، الطبعة: الأولى، ١٤٢٠هـ١٩٩٩م

(١١) الجوهرة النيرة لأبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: ٨٠٠هـ)، الناشر: المطبعة الخيرية، الطبعة: الأولى، ١٣٢٢هـ

(١٢) الدر المختار للعلامة علاء الدّين حصكفى الحنفي(المتوفى: ١٠٨٨ هـ) الناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م

(١٣) *بہارِ شریعت لصدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی* (متوفی: ۱۳٦۷ھ)، *مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی*

(١٤)جد الممتار لإمام أهل السنّة و الجماعة ا إمام احمد رضا خان (المتوفى: ١٣٤٠ھ)، مطبوعة: مكتبة المدينة، كراتشى، الطبعة الثانية: ١٤٣٥ هـ - ٢٠١٣م

(١٥)رد المحتار لابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: ١٢٥٢هـ)، الناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م

(١٦)من هدى الرّسول (المسمّى) سِفرُ السّعادة للعلامة الشيخ أبي الطاهر محمد بن يعقوب الصدّيقى الفيروز آبادى(المتوفى: ٨١٦ھ)، مطبوعة: مركز الكتاب للنشر.

(١٧)الزهد لأبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى:٢٤١هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى،١٤٢٠ هـ - ١٩٩٩ م

(١٨)السنن الكبرىٰ لإمام أبي بكر أحمد بن حسين البيهقى(المتوفى: ٤٥٨ھ)، دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الأولى :1420ھ. 1999م
(١٩)الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، المحقق: يوسف النبهاني، الناشر: دار الفكر - بيروت / لبنان،الطبعة: الأولى، ١٤٢٣هـ - ٢٠٠٣م
(٢٠)المبسوط للامام شمس الائمه محمد بن احمد سرخسى حنفى ،متوفى ٤٨٣ھ ، مطبوعة: دارالمعرفة،بيروت،١٤١٤هـ-١٩٩٣م۔
(٢١)المستدرك على الصحيحين، لأبى عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: ٤٠٥هـ)،تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا،الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، ١٤١١ - ١٩٩٠
(٢٢)المستطرف في كل فن مستظرف لشهاب الدين محمد بن أحمد بن منصور الأبشيهي أبو الفتح (المتوفى: ٨٥٢هـ)، الناشر: عالم الكتب – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤١٩ھ
(٢٣)المسند الصحيح لمسلم بن الحجاج أبى الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ٢٦١هـ)، مطبوعة: دار الأرقم للطباعة، بيروت، لبنان
(٢٤)المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم لأبى نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني،(المتوفى: ٤٣٠هـ)، المحقق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، مطبوعة: دار الكتب العلمية - بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، ١٤١٧هـ - ١٩٩٦م
(٢٥)المعجم الأوسط لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)،المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني،الناشر: دار الحرمين – القاهرة

(٢٦)المعجم الكبير لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)،المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي،دار النشر: مكتبة ابن تيمية – القاهرة،الطبعة: الثانيةحقق نصوصه وخرج أحاديثه: حسن سليم أسد الدَّارَانيّ

(٢٧) سُنَن ابن ماجه لابن ماجة لأبى عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: ٢٧٣هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤١٩هـ - ١٩٩٨ م

(٢٨) سُنَن أبي داود لأبى داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي(المتوفى: ٢٧٥هـ)، الناشر: دار ابن حرم، الطبعة: الأولى، ١٤١٨هـ - ١٩٩٨م

(٢٩) سُنَن الترمذي لمحمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ٢٧٩هـ)، طبع: دار الكتب العلميه، بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م

(٣٠)سُنَن الدارَقطني للامام،مطبوعة: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ، الطبعة: الأولى، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٤ م

(٣١)سُنَن النسائي لأبى عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ)، مطبوعة: دارالفكر، الطبعة: الثانية:١٤١٩ هـ- ١٩٩٩م

(٣٢)شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية لأبى عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي (المتوفى: ١١٢٢هـ)،الناشر: دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م

(٣٣)فتاوی مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خان نوری حنفی (متوفی ۱۴۰۲ھ)، طبع:۱۴۳۶ھ-۲۰۰۴م

(٣٤)العطايا النبو ية فی الفتاوی الرّضو ية لإمام أهل السنّة و الجماعة ا إمام احمد رضا خان(المتوفی:۱۳۴۰ھ)، مطبوعہ:رضافاؤنڈیشن،لاہور
(٣٥)فتح القدير، محقق على الاطلاق العلامة كمال الدين ابن الهمام حنفى ، متوفى ٨٦١ھ،مطبوعة: دار الفكر.
(٣٦)فضائل الصحابة لأبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٠٣ – ١٩٨٣
(٣٧)كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال لعلاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي،(المتوفى: ٩٧٥هـ)،المحقق: بكري، مطبوعة: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، ١٤٠١هـ/ ١٩٨١م
(٣٨)لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالخازن للامام العلام علاء الدين على بن محمد بن ابرهيم (متوفى: ٧٤١ھ)،طبوعة: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى: ١٤١٥ هـ
(٣٩)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لأبى الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: ٨٠٧هـ)۔ المحقق: حسام الدين القدسي
(٤٠)مرآة المناجیح لحکیم الاُمّۃ المفتی احمد یار خان النعیمی (المتوفی: ۱۳۹۱ھ)، قادری پبلشرز، کراچی
(٤١)المواهب اللدنية بالمنح المحمدية لأحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، شهاب الدين (المتوفى: ٩٢٣هـ)، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة– مصر
(٤٢)مُسند أبي يعلى لأبى يعلى أحمد بن علي بن المُثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي،متوفى: ٣٠٧ھ. ، دار المأمون للتراث دمشق،الطبعة: الأولى، ١٤٠٤م– ١٩٨٤ ھ.

(٤٣)مُسند إسحاق بن راهويه لأبى يعقوب إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن إبراهيم الحنظلي المروزي المعروف بـ ابن راهويه (المتوفى: ٢٣٨هـ)، المحقق: د. عبد الغفور بن عبد الحق البلوشي، الناشر: مكتبة الإيمان - المدينة المنورة، الطبعة: الأولى، ١٤١٢ ه – ١٩٩١م

(٤٤)مُسند الإمام أحمد بن حنبل لأبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني(المتوفى: ٢٤١هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط، مطبوعة: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م

(٤٥)مُسند الحميدي لأبى بكر عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبيد الله القرشي الأسدي الحميدي المكي (المتوفى: ٢١٩هـ)

(٤٦)مشكاة المصابيح لمحمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبى عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: ٧٤١هـ)، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولىٰ:٢٠٠٣م-١٤٢٤ هـ

(٤٧)الفتاوى الهندية لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي الحنفى(متوفى: ١١٦١ هـ)، الناشر: دار الفكر، الطبعة: الثانية، ١٣١٠ هـ

(٤٨)جنتی زیور(اسلامی مسائل وخصائل کا خزانہ) الشیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفٰی اعظمی المجددی الحنفی(متوفی:۱۴۰۶ھ)، ناشر: مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی، سن طباعت: ربیع الغوث ۱۴۲۷ھ، مئی ۲۰۰۶ء

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت وتقدیس رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک وعنبر سے مہکا آہنگ

عشق وادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے